امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ مطابق ۴ر نومبر ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر-42

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ اساتذہ کا مقام اور ذمہ داریاں
■ ثابت قدم رہنا بہت بڑی نعمت ہے
■ مسلم دشمنی پر منحصر اقتدار
■ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف......
■ مسلمانوں کی ترقی کا راستہ
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں ۴ ہفتہ رفتہ

بین السطور

جوا، سٹہ اور شطرنج: مال حرام کے حصول کا ذریعہ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

شریعت اسلامی میں کسب حلال پر زور دیا گیا ہے اور مال حرام کے حصول کے تمام ذرائع کو ممنوعات میں شامل کیا گیا ہے، اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال مت کھاؤ" (سورۃ بقرہ:۱۸۸) باطل طریقہ سے مال کے حصول کا ذریعہ جوا اور سٹہ بھی ہے، شطرنج کے کھیل میں اگر شرط لگائی گئی ہو تو وہ بھی جوا کے حکم میں آئے گا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شراب کے ساتھ جوئے کا ذکر کر کے اسے شیطانی کام سے تعبیر کیا اور اس سے ایمان والوں کو بچتے رہنے کی تاکید کی، فرمایا: شراب، جوا، بت، قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں، اس سے بچتے رہو، تاکہ تم کامیاب ہوسکو، اگر اس سے باز نہ آئے تو شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا، کیوں کہ "وہ تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ آپس میں بغض اور دشمنی پیدا کردے، اللہ کی یاد اور ایمان سے غافل رکھے تو کیا تم اب بھی باز نہیں آؤ گے" (سورۃ مائدہ:۹۰-۹۱)

علامہ علی بن محمد الشریف الجرجانی (م ۸۱۶ھ) نے "التعریفات" میں لکھا ہے کہ ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب یعنی ناکام ہونے والے کی کوئی چیز غالب ہونے والے کو دی جائے گی قمار کہلاتا ہے، قرآن کریم میں اس کے لیے میسر کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی آسانی اور سہولت کے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ کھیل جس میں آسانی و سہولت سے کچھ حاصل ہونے یا ضائع ہونے کی توقع ہو وہ "میسر" ہے، امام مالکؒ نے "میسر" کی دو قسمیں کی ہیں، ایک وہ جس کا ذکر گذر چکا، دوسرا مَیسر اللھو یعنی مقاصد زندگی سے غافل کرنے والا کھیل، تمام وہ کھیل جو وقت گذاری کے لیے کھیلا جائے اور اس میں کچھ کھونے اور پانے کا معاملہ نہ ہو وہ بھی "میسر" کے ذیل میں آئے گا، مَیسر نام اس لیے رکھا گیا کہ جوا کھیلنے والا بغیر کسی جسمانی محنت کے مال حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، انگریزی میں اس عمل کو Gambling کہتے ہیں، دارالافتاء بنوری ٹاؤن نے جوا کی تعریف شامی اور المحیط البرھانی کے حوالہ سے کی ہے اور لکھا ہے کہ "دو یا دو سے زیادہ آدمی آپس میں اس طرح کوئی معاملہ کریں، جس کے نتیجے میں ہر آدمی کسی غیر یقینی واقعہ کی بنیاد پر اپنا مال اس طرح داؤ پر لگائے کہ وہ مال یا تو کسی قسم کے معاوضہ اور بدل کے بغیر دوسرے آدمی کے پاس چلا جائے یا دوسرے آدمی کا مال معاوضہ اور بدل کے بغیر پہلے آدمی کو مل جائے، خلاصہ یہ ہے کہ جوئے میں غیر یقینی اور غیر اختیاری سبب سے یا تو اصل رقم بھی نہیں ملتی یا مزید رقم کھینچ کر آتی ہے۔

مفسرین کی رائے ہے کہ "میسر" میں ہر قسم کا قمار داخل ہے، چاہے مرور زمانہ کے ساتھ اس کی صورتیں مختلف کیوں نہ ہوں، جیسے ہمارے زمانہ میں اجتماعی قرض (سموہ لون) نے رواج پالیا ہے، اس کی جو شکلیں ہوتی ہیں وہ محققین کے نزدیک جوا اور سٹہ ہی ہے، اسی طرح بعض کمپناں اپنے مارکیٹ کو وسیع کرنے کے لیے جو شکلیں اختیار کرتی ہیں اور زنجیر کی طرح کسٹومر کو منافع کا لالچ دیکر جوڑتی جاتی ہیں اور اگلے ممبر بنانے پر منافع کا یقین دلاتی ہیں، فقہاء کے نزدیک یہ سب جوئے اور سٹے کی شکلیں ہیں، گھوڑ دوڑ میں سٹے لگانا، کھیل میں جیت ہار پر مالی شرطیں لگانا، انعامی کوپن اسکیم، بند ڈبوں کی تجارت جن میں بعض میں سامان ہو اور بعض خالی رکھے گیے ہوں، شرکت میں نفع ونقصان کی قرعہ اندازی سے تقسیم، قرعہ ڈال کر ایک دوسرے کا مال کھانا، ممبر در ممبر بنانے کی اسکیم، چٹھی ڈال کر رقم حاصل کرنے کی بعض صورتیں امداد باہمی کے نام پر قمار، اخباری معمے، لاٹری کے ٹکٹ کی خرید وفروخت اور دوسری جدید صورتیں، یہ سب جوا اور سٹہ ہونے کی وجہ سے حرام ہیں اور کسب حرام کے ذیل میں آتی ہیں، ممکن ہے تنقیح کے بعد ان میں سے بعض صورتیں جواز کے درجہ میں آجائیں، لیکن غالب عنصر چونکہ قمار، جوا، سٹہ اور مخاطرہ کا ان میں پایا جاتا ہے، اس لیے ان سے احتیاط کے طور پر اجتناب ہی بہتر ہے۔

یہ اس قدر قبیح اور ناپسندیدہ عمل ہے کہ ایک بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے شرط لگائی مشرکین اس بات کے ماننے کو تیار نہیں تھے، یہ شرط مال کی لگائی گئی تھی کہ اگر ایسا نہیں ہوا تو حضرت ابوبکر اس قدر مال دینگے، ورنہ اس قدر مال مشرکین مکہ کو دینا ہوگا، حضرت ابوبکر شرط جیت گیے چنانچہ انہوں نے وہ مال وصول کرلیا اور تمام مال صدقہ کردیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جوا کے ساتھ سٹے سے بھی منع کیا کیوں کہ یہ بھی قمار میں شامل ہے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ جس نے سٹہ کھیلا اس نے خنزیر کے گوشت اور خون سے اپنے ہاتھ آلودہ کرلیے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے چوسر (سٹہ) کھیلا اس نے اللہ کے رسول کی نافرمانی کی، درمنثور میں ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ جو شخص چوسر کھیل کر نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو وہ اس شخص کی طرح ہے جو خنزیر کے خون اور پیپ سے وضو کر کے نماز ادا کر رہا ہو اس قدر سخت وعید کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں عمل کی وجہ سے سماج میں جرائم، غیر انسانی حرکات، حرام خوری کی عادت اور محنت و مزدوری سے اجتناب کو فروغ ملتا ہے، مال بغیر محنت کے آتا اور جاتا ہے، چلا جاتا ہے، تو انسان تباہ و برباد ہو جاتا ہے، دماغی توازن کھو بیٹھتا ہے، آخری داؤ بیوی پر لگانے کے واقعات بھی کم نہیں ہیں، ساری غیرت کا جنازہ نکل جاتا ہے، لیکن مغرب نے جن بے ہودہ کاموں کو فروغ دیا ہے ان میں جوئے قمار کی کثرت اور کنیسہ کی تجارت بھی ہے، اس میں مال میں بڑھوتری نہیں ہوتی ہے، ہارنے والے کا مال جیتنے والے کے پاس چلا جاتا ہے، حالانکہ شریعت کا مزاج یہ ہے کہ مال کا ارتکاز نہ ہو، اسے مسلسل گردش میں رہنا چاہیے؛ تاکہ اس میں اضافہ ہوتا رہے، یہ اضافہ کسب حلال کے ذریعہ ہو، جوا، سود، رشوت اور غصب کے ذریعہ نہ ہو، علامہ آلوسی نے روح المعانی (۱۷۳/۳) میں جوئے کی قباحت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جوئے میں مال ناجائز طریقہ پر حاصل کرنا اور کھانا لازم آتا ہے، اس کے علاوہ اکثر جواریوں کو چوری کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، جوئے میں مشغولیت کی وجہ سے بچوں اور گھر والوں کا خیال نہیں رہتا اور انسان بُرے اور خطرناک جرائم کے کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ جوے اور سٹے کا نشہ اس قدر ذہن و دماغ پر چھا جاتا ہے کہ اخلاق حسنہ اور شرعی احکام کے بجالانے سے انسان دور ہو جاتا ہے، اس طرح قرآن کریم کی یہ تعبیر کہ "**اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا**" جوے اور سٹے پر حرف بحرف صادق آتی ہے۔

جوے اور سٹے کی طرح شطرنج میں بھی مال کی بازی لگائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اس میں بھی وہ تمام مفاسد ہیں جن کا تذکرہ اوپر گذرا، اس لیے بازی لگا کر شطرنج کھیلنے کو حرام قرار دیا گیا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ شطرنج کھیلنے والوں کے پاس سے گذرو تو انہیں سلام مت کرو، کیوں کہ شیطان اپنے حواریوں کے ساتھ اس جگہ پہونچا ہوتا ہے، ایک حدیث میں قیامت کے دن سخت عذاب کی وعید شطرنج کھیلنے والوں کے لیے بیان کی گئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے جوے سے بدتر قرار دیا کرتے تھے، کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی منقول ہے کہ شطرنج عجمیوں کا جوا ہے، واثلہ بن الاسقعؓ کی یہ روایت بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اللہ مخلوق پر ایک دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ نظر فرماتا ہے، شطرنج کھیلنے والوں کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مذموم عمل سے ہم سب کی حفاظت فرمائے اور جوے کی تمام شکلوں سے بالکلیہ اجتناب کی توفیق بخشے۔ آمین

اچھی باتیں

"اپنوں کے لیے فکر دل میں ہوتی ہے، الفاظ میں نہیں، جبکہ غصہ اپنوں کے لیے الفاظ میں ہوتا ہے دل میں نہیں ہے، یہی اصل محبت کی تعریف ہے ☆ اپنے دل کی کتاب ایسے انسان کے سامنے کھولنا جو پڑھنے کے بعد آپ کو سمجھ بھی سکے ☆ زندگی نے اتنا تو سکھا دیا ہے کہ کسی سے کسی بھی طرح کی امید بے معنی سی بات ہے ☆ اگر کوئی آپ کی فکر کرتا ہے تو اس کی قدر کرو، کیوں کہ دنیا میں تماشائی زیادہ اور فکر کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں ☆ خاموشی کسی کی کمزوری نہیں، اس کا بڑا پن ہوتا ہے، ورنہ جس کو سہنا آتا ہے اس کو کہنا بھی آتا ہے ☆ آنکھوں سے گرے آنسو اور نظروں سے گرے لوگ کبھی بھی اُٹھ نہیں سکتے ☆ بے وقوف آدمی ہمیشہ اپنے عقل مند ہونے کی سند پیش کرتا ہے، لیکن وہ رہتا بے وقوف ہی ہے۔" (حاصل مطالعہ و مشاہدہ)

بلا تبصرہ

"بی جے پی اور آر ایس ایس ہمیشہ سے ہی آئین کے سیکولر کردار پر معترض رہے ہیں، "ہندوتو" کے پیروکار مانتے ہیں کہ ہندوستان پر صرف ان کا ہی حق ہے اور سیکولرزم اور سوشلزم ان کے اس حق کی نفی کے مترادف ہے اور اس سے ہندوستان میں رہنے والے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو بھی ایک باعزت شہری کے حقوق مل جاتے ہیں، اس لیے ان الفاظ کو آئین سے نکال دینا چاہیے، مودی حکومت کے گذشتہ دس سال کے دور اقتدار کو دیکھیں تو ایسے کئی قوانین مل جائیں گے کہ جنہیں پاس کر کے حکمراں جماعت نے ملک کے سیکولر اقدار کو نقصان ہی پہونچا ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ اس طرح کے قوانین پر نہ تو ہندوستان کے سیکولر حلقوں کی طرف سے کوئی مؤثر آواز بلند ہوئی اور نہ کسی عدالت نے ہی ایسے قوانین کا از خود نوٹس لیا" (سراج نقوی، قومی تنظیم، ۲۶ر اکتوبر ۲۰۲۴ء)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

نعمتوں پر شکریہ ادا کیجئے

قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کے وقت کی جب تاریکی گہری ہو جائے، آپ کے رب نے آپ کو نظر انداز نہیں کیا ہے اور نہ ہی آپ سے ناراض ہوا ہے اور یقیناً آخرت آپ کے لئے دنیا سے بہتر ہے اور جلد ہی آپ کو آپ کا رب اتنا کچھ عطا فرمائیں گے کہ آپ خوش ہو جائیں گے کیا، اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا کہ آپ کو پناہ دی ،آپ کو راستہ سے ناواقف پایا تو رہنمائی کی، آپ کو غریب پایا تو دولت مند کر دیا، تو یتیم پر سختی نہ کیجئے اور مانگنے والے کو نہ جھڑکئے اور اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہئے (سورۃ الضحیٰ)

وضاحت: قرآن مجید کی اس سورۃ میں اللہ رب العزت نے محسن انسانیت حضرت محمدؐ کی دلجوئی و دلداری اور ان پر بے پایاں رحمتوں اور نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے رب نے آپ کو تنہا نہیں چھوڑا ہے اس لئے آپ کسی کی باتوں سے ہرگز کبیدہ خاطر نہ ہوئیے، آپ کے دشمن مغلوب ہوں گے اور آپ کا دین غالب ہوتا جائے گا، آپ کا آپ کے رب کے نزدیک بلند مقام ہے جو اولین و آخرین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا، پھر اللہ رب العزت نے تین نعمتوں کا خصوصیت سے تذکرہ کیا اول یہ کہ آپ یتیم تھے آپ کے والد عبداللہ کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب آپ مادر شکم میں تھے، جب آپ کی ولادت ہوئی تو چھ ماہ کے بعد والدہ بھی رخصت ہو گئیں اللہ نے آپ کے چچا ابو طالب کے دل میں آپ کی شفقت و محبت ڈال دی، انہوں نے آپ کی اچھی طرح پرورش و پرداخت کی اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کیجئے، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اکرمؐ یتیم بچوں سے حد درجہ محبت کرتے تھے، ان کے سروں پر دست شفقت پھیرتے، دوسری نعمت یہ کہ اللہ نے آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا جس سے بڑھ کر کوئی عزت و شرف نہیں ہو سکتا اور تیسری نعمت یہ ہے کہ آپ غریب تھے اللہ نے آپ کی محتاجی کو دور کر دیا، جب آپ بڑے ہوئے تو اللہ نے آپ کی شادی حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے کرا دی وہ ایک دولت مند خاتون تھیں جنہوں نے اپنی دولت آپ کے قدموں میں رکھ دی، اس کا شکرانہ یہ ہے کہ آپ غریب اور محتاجوں کو کچھ نہ کچھ دے کر واپس کیجئے یا کم سے کم اچھے انداز میں اس کو واپس کر دیجئے، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول و عمل کے ذریعہ ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہے اور اللہ نے جو پیغام دے کر مبعوث کیا اسے لوگوں تک پہونچاتے رہے، اس لئے امت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ سماج کے بے سہارا اور پریشان حال لوگوں کی دست گیری کرے اور اپنی حلال کمائی سے ان کی مدد کرے، یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ اسلامی معاشرہ میں ہر شخص کے مال و دولت پر دوسرے افراد کا بھی حصہ ہوتا ہے، زکوٰۃ و صدقات واجبہ کے علاوہ بھی کچھ نہ کچھ راہ خدا میں خرچ کرنے کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور ایسے مال میں خیر و برکت کا ذریعہ تصور کیا گیا ہے، اپنے قریبی رشتہ داروں پر صلہ رحمی کی بنیاد پر خرچ کرنے کو عبادت قرار دیا گیا اور ان کو دینے پر دو اجر کے ملنے مژدہ سنایا گیا، ایک قرابت داری کے سبب اور دوسرے رضا الٰہی کا ذریعہ، اسی طرح سماج کے ایسے پریشان حال لوگوں کی بھی مدد کرتے رہنا چاہئے، جو اپنی خودداری کی بناء پر دست سوال دراز نہیں کر سکتے ہیں اور ان کے اندر کی ضمیر بھی اس بات کے لئے آمادہ نہیں کہ لوگوں سے مانگتا پھرے، آپ خود آگے بڑھ کر ان کی مدد کیجئے، یہ عمل بھی اللہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہے۔

سوال کی ذلت سے اپنے کو بچائیے

"مایزال الرجل یسأل الناس حتی یاتی یوم القیامة لیس فی وجهه مزعمة لحم" حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ آوے گا قیامت کے روز اس حال میں کہ اس کے چہرے پر گوشت کی بوٹی تک نہ ہوگی" (مشکوٰۃ شریف، ج:۱)

مطلب: اسلام گداگری اور بھیک منگی کو قطعاً پسند نہیں کرتا، وہ جہاں روحانی قدروں کو فروغ دینے اور عقائد کی اصلاح پر زور دیتا ہے، وہیں معاشی ترقی کے میدان میں جدوجہد کرنے کی بھی تلقین کرتا ہے، اس لئے ایسا تندرست و توانا آدمی جو محنت و مزدوری کر کے کسب معاش کر سکتا ہے، وہ پیشہ وارانہ انداز میں کشکول گدائی لئے در در مانگتا پھرے، دروازوں پر خدائی واسطہ دے کر دست سوال دراز کرے، یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے، مومن کو دینے والا بننا چاہئے اور سوال کی ذلت سے اپنے کو حتی الامکان بچانا چاہئے، اس لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ تم میں سے کسی ضرورت مند آدمی کا یہ رویہ کہ وہ رسی لے کر جنگل جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھا اپنی کمر پر لاد کے لائے اور بیچے اور اس طرح اللہ کی توفیق سے وہ سوال کی ذلت سے اپنے کو بچائے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے سوال کا ہاتھ پھیلائے، پھر خواہ اس کو دیں نہ دیں، انہیں بنیادوں پر مذکورہ حدیث میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن سوال کرنے والے کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا بھی نہ ہوگا اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ سوال کرتے وقت سائل کے چہرے پر ذلت و نکہت کے نقوش نمایاں ہوتے ہیں، وہ گڑگڑاتا ہوا اپنی پیشانی کو بل دیتا ہے اور اپنی بدحالی کی عکاسی کرتا ہے، تاکہ دینے والے کے دل نرم پڑ جائیں جو کہ ایک بڑی عادت ہے، ہاں اگر کسی کو اس کی محتاجی اور مفلوک الحالی نے دست سوال پر ہی مجبور کر دیا، معذور انسان ہے، مختلف امراض جسمانی میں مبتلا ہے اور اس کی آمدنی کے ذرائع و وسائل بھی ہر طرف سے معدوم ہو چکے ہیں تو ایسی صورت میں سماج کے اصحاب ثروت کو اپنی حلال کمائی سے ان کی مدد کرنی چاہئے اور انہیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اسلامی معاشرت میں ہر شخص کے مال و دولت پر دوسرے حاجت مندوں کا بھی حصہ ہے، اس لئے انہیں دینا کار ثواب ہے، بلکہ سماج کے ایسے پریشان حال لوگوں کی مدد کرنا چاہئے جو اپنی خودداری کی بنا پر دست سوال دراز نہیں کرتے، آپ خود آگے بڑھ کر ان کی مدد کیجئے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے آپ کے کاروبار میں برکت عطا فرمائیں گے۔

دینی مسائل

مفتی احکام الحق قاسمی

بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا:

س: بیوی سے کسی بات پر ناچاقی ہوئی غصہ میں آکر میں نے کہا خدا کی قسم تجھ سے صحبت نہیں کروں گا یا یہ کہہ دیا خدا کی قسم تجھ سے کبھی صحبت نہیں کروں گا، ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں جبکہ آپ نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم تجھ سے صحبت نہیں کروں گا یا کہا خدا کی قسم تجھ سے کبھی صحبت نہیں کروں گا تو یہ صورت ایلاء مؤبد کی ہے، جس میں اگر آپ نے چار ماہ کے اندر صحبت کر لی تو ایلاء ختم ہو جائے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر چار ماہ تک صحبت نہیں کی تو چار ماہ گذرنے کے بعد ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور بیوی زوجیت سے خارج ہو جائے گی، لیکن ایلاء باقی رہے گا اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ اگر آپ رجوع کرنا چاہتے ہیں تو چار ماہ کے اندر صحبت کر لیں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیں، ایلاء ختم ہو جائے گا اور کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی اور اگر چار ماہ گذر گئے ہیں تو ایک طلاق بائن ہو چکی ہے نئے مہر کے ساتھ باہمی رضامندی سے ازسرنو شرعی طریقہ پر نکاح کر لیں اور صحبت کر لیں، ایلاء ختم ہو جائے گا اور قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔

قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے یا کپڑا پہنانا ہے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین دن لگاتار روزہ رکھنا ہے۔

"فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ماتطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلٰثة ایام ذالک کفارة ایمانکم اذا حلفتم" (سورة المائدة: ۸۹)

"وان کان حلف علی الابد بان قال واللہ لااقربک أبدا او قال واللہ لااقربک ولم یقل ابدا فالیمین باقیة الا انه لایتکرر والطلاق قبل التزوج فان تزوجها ثانیا عادا الایلاء فان وطئها والا وقعت بمضی اربعة اشهر طلقة اخری...... فان تزوجها ثالثا عاد الایلاء ووقعت بمضی اربعة اشهر طلقة اخریٰ ان لم یقربها" (الفتاوی الهندیة: ۱/۴۷۶)

کفارۂ قسم ادا کرنے کا طریقہ:

س: قسم کے کفارہ میں دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا ہے یا کپڑا پہنانا ہے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو تین دن لگاتار روزہ رکھنا ہے، سوال یہ ہے کہ اگر اناج یا روپیہ کے ذریعہ کفارہ ادا کیا جائے تو کتنا دینا ہوگا، اگر بیس مسکینوں کو ایک وقت کھانا کھلا دیا جائے یا ایک مسکین کو دس دن کے کھانے کا پیسہ ایک ہی مرتبہ دے دیا جائے، یا صبح میں جس دس مسکین کو کھلایا تھا، شام میں دوسرے دس مساکین کو کھلانا چاہے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں؟

ج: قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا ہے، اگر کوئی شخص اناج دینا چاہے تو ہر ایک مسکین کو ایک صدقہ فطر کے بقدر (تقریباً پونے دو کلو گندم یا تقریباً ساڑھے تین کلو جو دینا ہوگا اور اگر کفارہ میں رقم دینا چاہے تو ہر ایک مسکین کو کم سے کم ایک سو روپئے دونوں وقت کے کھانے کا دینا ہوگا۔

بیس مسکینوں کو ایک وقت کھلانے یا جن دس مسکینوں کو صبح میں کھلایا تھا شام میں ان کو نہ کھلا کر دوسرے دس مسکینوں کو کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا، اسی طرح ایک مسکین کو ایک ہی دن دس دنوں کے کھانے کا پیسہ دیدینے سے بھی کفارہ ادا نہیں ہوگا، البتہ اگر ایک مسکین کو دس دنوں تک یا پانچ مسکینوں کو دو دنوں تک دونوں وقت کھانا کھلایا جائے یا ایک مسکین کو دس دنوں تک روزانہ سو سو روپئے اسی طرح پانچ مسکین ہوں تو پانچوں کو دونوں دن سو سو روپئے دیدیئے جائیں تو کفارہ ادا ہو جائے گا: "طعام التملیک أن یعطی عشرة مساکین کل مسکین نصف صاع من حنطة أو دقیق أو سویق أو صاعا من شعیر کما فی صدقة الفطر" (الفتاوی الهندیة: ۲/۶۳)

"وان أطعم مسکینا واحدا عشرة أیام غداء وعشاء أجزاه...... ولو غدی عشرة وعشی عشرة غیرهم لم یجزئ وکذا اذا غدی مسکینا وعشی آخر عشرة ایام لم یجزئ" (الفتاوی الهندیة: ۲/۶۳)

ایک وقت کھانا کھلانا اور دوسرے وقت کا پیسہ دینا:

س: قسم کے کفارہ میں اگر دس مسکینوں کو ایک وقت کھانا کھلا کر دوسرے وقت کے کھانے کا پیسہ دیدیا جائے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں اگر دس مسکینوں کو ایک وقت کھانا کھلا کر دوسرے وقت کے کھانے کا پیسہ دیدیا جائے تو بھی شرعاً کفارہ ادا ہو جائے گا: "ولو غدی مسکینا وأعطاه قیمة العشاء فلوس أو دراهم اجزاه وکذا اذا فعل ذالک فی عشرة مساکین فغداهم واعطاهم قیمة عشائهم فلوسا أو دراهم فانه یجوز" (الفتاوی الهندیة: ۲/۶۳)

قسم کے کفارہ میں کھانا کھلانے کی طاقت کے باوجود روزہ رکھنا:

س: ایک آدمی جو دس مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے، وہ کھانا نہ کھلا کر تین دن روزہ کے ذریعہ کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے ادا ہوگا یا نہیں؟

ج: روزہ کے ذریعہ کفارہ اس وقت ادا ہوگا جبکہ دس مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانے یا اس کی قیمت دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو، صورت مسئولہ میں جب شخص مذکور دس مسکینوں کو ایک دن یا ایک مسکین کو دس دن دونوں وقت کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہے تو روزہ کے ذریعہ کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

"اما اذا کان فی ملکه عین المخصوص علیه وهو أن یکون فی ملکه عبد أو کسوة او طعام عشرة لایجوز ان یصوم" (الفتاوی الهندیة: ۲/۶۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 42 مورخہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۴۶ھ مطابق ۴؍نومبر ۲۰۲۴ء روز سوموار

فرقہ پرستوں کو ہری جھنڈی

آپ کو یاد ہوگا کہ کرناٹک کے ضلع وکشن کنٹر کے گاؤں اتوار میں کداہا مرڈالا روڈ پر واقع ایک مسجد میں گھس کر چند فرقہ پرستوں نے جے شری رام کا نعرہ لگایا تھا اور کہا تھا کہ مسلمانوں کو نہیں چھوڑیں گے، معاملہ سنگین تھا اور اس حرکت کی وجہ سے وہاں کا ماحول خراب ہوا تھا، سی سی ٹی وی کیمرے کی مدد سے ملزمین کی شناخت کی گئی اور ان پر نامزد ایف آئی آر درج کرائی گئی، اس واقعہ کے دوسرغنہ کی گرفتاری بھی 295A کے تحت عمل میں آئی، پولیس نے ملزمین پر دفعہ 447 (کسی کے گھر میں مجرمانہ طور پر گھسنا) 505 (فساد بھڑکانے کی نیت سے دیا گیا عوامی بیان) 506 (مجرمانہ دھمکی) 34 (مشترکہ طور پر بُرے ادارے) 295A (دانستہ بدنیتی پر مبنی کاروائی) کے دفعات لگائے جو صورت حال کے بالکل مطابق تھے، ان فرقہ پرستوں نے کرناٹک ہائی کورٹ سے رجوع کیا اور ایک نفری بنچ کے جج جسٹس ایم ناگ پرسنا نے ایف آئی آر کو یہ کہتے ہوئے منسوخ کردیا کہ ’’وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مسجد میں داخل ہوکر جے شری رام کا نعرہ لگانے سے کس طرح فرقہ وارانہ ہم آہنگی خراب ہوسکتی ہے‘‘ معزز جج کے علم وآگہی پر کوئی تبصرہ تو میں نہیں کرسکتا، البتہ ان کے علم میں یہ بات آنی چاہئے تھی کہ جبراً جے شری رام کے نعرے لگوانے، نہ لگانے پر ماب لنچنگ کے ذریعہ قتل، مسجد کی دیواروں پر جے شری رام کے نعرے لکھنے سے خیر سگالی، باہمی ہم آہنگی کو فروغ نہیں ہوتا، بلکہ فرقہ پرستوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور ہم آہنگی کا جنازہ نکل جاتا ہے، کیا معزز جج صاحب اس بات کو گوارہ کریں گے کہ مسلمان مندروں میں گھس کر اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں اور وہ یہ فیصلہ دیں کہ اس سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو نقصان نہیں پہونچتا ہے، ظاہر ہے وہ ایسا فیصلہ نہیں دے سکتے تو مسجدوں کے بارے میں اس قسم کا فیصلے کا پیغام اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ فرقہ پرست مسجد میں گھس گھس کر جے شری رام کا نعرہ لگائیں اور عدالت کے اس فیصلے کے مطابق عمل شروع کردیں کہ اس سے بین المذاہب ہم آہنگی کو نقصان نہیں پہونچ رہا ہے اور اس کے نتیجے میں مختلف فرقوں کے لوگ آپس میں برسرپیکار ہوں، کرناٹک ہائی کورٹ کے ہی ایک جج نے مسلم اکثریتی علاقہ پر پاکستان کہہ کر تبصرہ کیا تھا جو انتہائی غیر مناسب تھا، یہ الگ سی بات ہے کہ بعد میں عدالتی دباؤ کی وجہ سے اپنا یہ تبصرہ انہیں واپس لینا پڑا تھا، مجھے نہیں معلوم کہ یہ تبصرہ رکارڈ سے بھی حذف کیا جاسکا یا نہیں؟

موجودہ چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ کے ایک انکشاف نے تو فیصلے کی بنیاد ہی پر سوالیہ نشان لگادیا ہے وہ بابری مسجد کے فیصلے والی بنچ کے اہم رکن تھے اور بابری مسجد کی زمین رام کے حوالہ کرنے والے فیصلے میں شریک تھے، اب تک اس فیصلے کی بنیاد ثبوت وشواہد نہیں، آستھا کو قرار دیا جارہا تھا، لیکن چیف جسٹس یہ کہہ کر سوالوں کے گھیرے میں آگیے ہیں کہ انہوں نے بابری مسجد کے مقدمہ میں بھگوان کے آگے بیٹھ کر فیصلہ کرنے میں مدد کی درخواست کی تھی اور ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ اسی بنیاد پر ہوا، اس انکشاف پر ماہر قانون وشیت دوبے، دہلی ہائی کورٹ کے سابق جج ریکھا شرما، صحافی سمیت ناکر سدھارتھ وردھاراجن اور کرن تھاپر نے سخت تبصرے کیے ہیں، لوگوں کی رائے ہے کہ اس طرح فیصلہ کرنا ہو تو نہ ہی دستور کی ضرورت ہے اور نہ عدالت کی، مبینہ طور پر جنہیں بھگوان مانتے ہیں ان کے سامنے مراقب ہوجائیں اور فیصلہ کردیں۔

اس قسم کے فیصلے اور بیانات سے عدالت کی شبیہ خراب ہوتی ہے اور ان کے فیصلوں سے اعتبار اور اعتماد کمزور پڑتا ہے، جو نہ عدلیہ کے لیے مناسب ہے اور نہ ہی ملک کے لیے، متین امروہوی نے بڑی صحیح ترجمانی کی ہے ؎

جے رام کا نعرہ اگر مسجد میں ہے جائز
مندر میں اذاں ہم کو بھی پڑھ دینے دیجئے
بھگوان کے کہنے سے گری بابری مسجد
پھر کام عدالت کا یہاں بند کیجئے

سمندری طوفان-دانا

اڈیشہ اور مغربی بنگال پر سمندری طوفان ’’دانا‘‘ کا اچھا خاصہ اثر پڑا، یہ طوفان اڈیشہ کے بھدرک ضلع میں دھامرا اور ہیلی کھتی پنچر کیمپ کے ساحلی علاقہ سے ٹکرایا، ہوائیں ایک سو سے ایک سو بیس کلومیٹر رفتار سے چلیں، جس نے درختوں کو اکھاڑ پھینکا، سڑکوں کو چلنے کے قابل نہیں چھوڑا، ریل اور ہوائی سروس متاثر ہوئی، کولکاتہ ایرپورٹ کی سروس کم وبیش پندرہ گھنٹے معطل رہی، طوفان کی وجہ سے بنگال اور اڈیشہ میں تین سو پروازیں اور پانچ سو باون ٹرینیں رد کردی گئیں، جھارکھنڈ، آندھرا پردیش اور چھتیس گڑھ میں طوفان کا معمولی اثر رہا، بہار میں موسم کا مزاج بدلا اور کہیں کہیں ہلکی بارش ہوئی، این ڈی آر ایف کی چھپن ٹیمیں حالات سے نمٹنے کے لیے تیار کی گئی تھیں، جن میں اکیس (21) اڈیشہ اور سترہ (17) مغربی بنگال میں تعینات تھیں، اچھی بات یہ رہی کہ دونوں ریاست کے وزراء اعلیٰ نے حالات پر نگاہ رکھنے کے لیے بذات خود کنٹرول روم میں دو دن اور دو رات گذارا، تیاریاں اتنی زبردست تھیں کہ اتنے بڑے طوفان میں مالی نقصان تو ہوا، لیکن جانی نقصان صرف دو ہوا، ایسا اس لیے ممکن ہوسکا کہ طوفان کے آنے کے قبل ہی اڈیشہ میں دس لاکھ سے زیادہ اور مغربی بنگال میں ساڑھے تین لاکھ لوگوں کو محفوظ مقام تک پہونچا دیا گیا تھا، حکومت کی مستعدی اور جنگی پیمانے پر تیاری کی کی وجہ سے مصیبت آئی اور گذر گئی یعنی ’رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت‘

اڈیشہ میں گذشتہ سو سالوں میں آنے والے طوفان کی تعداد 260 سے زیادہ ہے، ان میں سب سے بڑی تباہی 1999 میں ’’سوپر سائکلون‘‘ کی وجہ سے آئی تھی، جس سے دس ہزار افراد، ساڑھے پانچ لاکھ جانور ہلاک ہوگیے تھے، سترہ ہزار اسکول اور بارہ ہزار کلومیٹر سڑکیں اپنا وجود کھو بیٹھی تھیں، سال 2013 کا طوفان پھیلیون (Philion) بھی بڑا بھیانک تھا، 250 کلومیٹر فی گھنٹہ کے رفتار سے ہوائیں چلی تھیں اور چوالیس افراد ہلاک ہوئے، کیوں کہ اڈیشہ کی بیجو پٹنائک حکومت نے گیارہ لاکھ لوگوں کو متاثرہ علاقہ سے پہلے ہی نکال لیا تھا، 2014 میں ’’ہدہد‘‘ طوفان آیا، جس میں صرف دو لوگوں کی جان گئی، 2019 کے ’’فانی‘‘ طوفان میں بھی حکومت نے بارہ لاکھ لوگوں کو نکال لیا تھا، جس کی وجہ سے جانی نقصان نہیں ہوسکا، اس بار بھی اڈیشہ حکومت نے سابقہ طریقۂ کار پر عمل کیا، مردوں اور عورتوں کو قدرتی آفات سے نمٹنے کے لیے باضابطہ تربیت دی گئی اور پیشگی اطلاع کی وجہ سے پریشان کن حالات پر قابو پایا جاسکا۔

اڈیشہ میں ہونے والے طوفان کے حوالہ سے ’’سوپر سائکلون‘‘ ’’ہدہد‘‘ اور ’’دانا‘‘ کا ذکر آیا، یہاں پر قارئین کو تجسس ہوسکتا ہے کہ سمندری طوفان کو نام کون دیتا ہے؟ یہ آٹھ آٹھ ملکوں کا ایک پینل ہوتا ہے، جو پہلے سے سمندری طوفان کے ناموں کا انتخاب کرکے چار کالم میں رکھتا ہے، یکے بعد دیگرے ان ناموں کا استعمال ہوتا ہے، یو این او کی معاشی اور سماجی تنظیم WMO اس کی روشنی میں آنے والے طوفان کے نام کا اعلان کرتی ہے، ایک پینل ختم ہوجاتا ہے تو دوسرے پینل سے نام لے لیا جاتا ہے، اڈیشہ کے حالیہ طوفان کا نام قطر کا منتخب کردہ تھا اور غیر مستعمل ناموں میں یہ سرفہرست تھا، اس لیے اس طوفان کو ’’دانا‘‘ کا نام دیا گیا، یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ یہ فارسی والا ’’دانا‘‘ نہیں، عربی والا ’’دانا‘‘ ہے، فہرست میں ملکوں کے ناموں کے پہلے حرف کا اعتبار کیا جاتا ہے، یعنی پہلے بنگلہ دیش اور سب سے آخر میں یمن کا نمبر آئے گا، بھارت بھی اس فہرست میں شامل ہے۔

سومناتھ: نو مساجد اور درگاہوں کا انہدام

آزاد ہندوستان کی تاریخ میں سومناتھ میں پہلی بار ۲۸؍ستمبر ۲۰۲۴ء کو ایسا ہوا کہ نو (۹) مساجد اور درگاہوں کو غیر قانونی قبضہ قرار دے کر ایک ساتھ منہدم کردیا گیا تھا، مسلمانوں اور مختلف تنظیموں نے اس کے خلاف سپریم کورٹ میں ایس ایل پی سی نمبر 24515/2024 داخل کیا تھا، جسٹس بی آر گگوئی اور جسٹس کے دی ویشواناتھن کی دو نفری بنچ نے یہ فیصلہ سنایا کہ منہدم مساجد اور عیدگاہ کی زمین حکومت کے قبضے میں رہے گی، کسی تیسرے فریق کے حوالے یہ زمین نہیں کی جائے گی، کپل سبل کی بحث کے جواب میں جسٹس گگوئی نے زبانی طور پر یہ بات کہی کہ اگر ضروری ہوا تو عدالت ان عبادت گاہوں کی دوبارہ بحالی کا بھی حکم دے سکتی ہے۔

ان مساجد کے دستاویزات ۱۹۰۳ سے موجود ہیں جو اس زمین کے وقف ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہیں، ان ثبوتوں کی موجودگی کے باوجود مساجد منہدم کیے گیے اور اس کے قریب کا مندر جس کے پاس کوئی کاغذ نہیں ہے، اسے منہدم نہیں کیا گیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انہدام فرقہ پرستی اور تعصب کے نقطۂ نظر سے یک طرفہ کیا گیا، جو افسوسناک ہی نہیں، شرمناک بھی ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہ عبادت گاہیں ہندوستان کے سکولر کردار کے ماتھے کا جھومر ہیں، ان کے انہدام سے مسلمانوں کو سخت صدمہ تو پہونچا ہی ہے، ملک کا سیکولر کردار بھی داغدار ہوا ہے، فریق مخالف کی طرف سے بار بار اس کی کوشش کی جارہی ہے کہ مساجد اور درگاہوں کی وقف زمینیں سومناتھ مندر کے حوالہ کی جائیں، ظاہر ہے یہ ایک بے تکا معاملہ ہے، فی الوقت جو عدالت کا حکم ہے وہ قابل ستائش ہے اور اس سے انصاف کی امید بندھی ہے، اگلی سماعت ۱۱؍نومبر کو ہونی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مقدمہ جاری رہے گا اور اسے عبوری حکم کے طور پر دیکھنا چاہیے، اگر یہ زمین مسلمانوں کو واپس نہیں کی گئی اور ریاستی حکومت کے قبضے میں ہی رہی تو بہت ممکن ہے کہ ریاستی حکومت اسے مندر والوں کے حوالہ کردے، کیونکہ بی جے پی کی حکومت ہے تو کچھ بھی ممکن ہے۔

مسلمانوں کے خلاف امتیازی سلوک

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کو امتیازی سلوک اور روزمرہ کے معاملات میں نسلی تعصب کا سامنا ہے، فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی (AFP) کے مطابق یوروپی یونین کے ادارہ برائے بنیادی انسانی حقوق ایف آر اے (FRA) کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی شرح 2016 میں 39% فی صد تھی، لیکن اب اس قسم کے واقعات میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، اب ہر دو میں سے ایک مسلمان کو روزمرہ کے معاملات ومعمولات میں نسل پرستی اور امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ مسلمانوں کے خلاف غیر انسانی بیان بازی اور اسلاموفوبیا ہے، جس کی وجہ سے حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں، آسٹریا، جرمنی اور فن لینڈ اس معاملہ میں سب سے آگے ہے۔

اس سروے کا کام ایف آر اے (FRA) نے اکتوبر ۲۰۲۱ء سے اکتوبر ۲۰۲۲ء تک پورے سال کیا تھا اور تیرہ یورپی ممالک کے 9600 مسلمانوں سے رائے لی گئی تھی، رپورٹ کے مطابق یہ امتیازی سلوک مسلم نوجوان، باحجاب خواتین کے ساتھ خاص طور پر تعلیم، ملازمت، رہائش اور صحت جیسے اہم شعبوں میں کیا جارہا ہے، ایف آر اے کے مطابق صورت حال یہ ہے کہ ہر پانچ میں سے دو افراد یا 41% فی صد مسلمان ملازمتوں کے حصول کے لیے اضافی قوت کے حامل پائے گئے، ان کے مقابل عام افراد یا دوسرے مذاہب کے لوگوں میں یہ تناسب صرف 22% فی صد ہے، اس کے باوجود ملازمتوں میں وہ آگے ہیں، مسلمانوں کو امور خانہ داری میں بھی پریشانیوں کا سامنا ہے، وہ دوسروں کے مقابل اپنے گھر میں دوگنی تعداد میں رہائش پذیر ہیں۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ایف آر اے (FRA) نے پیو ریسرچ سنٹر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یورپ میں مقیم مسلمانوں کی آبادی دو کروڑ سات لاکھ ہے، جو یورپ کی مجموعی آبادی کا پانچ فی صد ہے، اتنی بڑی آبادی کے ساتھ امتیازی سلوک وہ لوگ کررہے ہیں، جو انسانی حقوق کے تحفظ کی نعرہ بازی میں سب سے آگے ہیں۔ یا للاسف و العجب

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

✍: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

شرف عالم مرحوم

جناب شرف عالم بن ڈاکٹر محمد اظہار الحق عرف بڈّو بابو بن مولوی صادق حسین بن فرخ حسین بن ننھے حسین ساکن شاہ پور غوث عرف مجیا، بکساما، ویشالی کا اُٹھہتر سال کی عمر میں ان کے موجودہ مکان واقع خسرو نگر، مٹھن پورہ، مظفر پور میں انتقال ہوگیا، وہ عرصہ سے صاحب فراش تھے، زخم اور اعضاء کے ٹکرن سے پریشان تھے، چلنا پھرنا بھی مشکل ہو رہا تھا، ۲۲ر ستمبر ۲۰۲۴ء مطابق ۱۸ر ربیع الاول ۱۴۴۶ھ بروز اتوار بوقت فجر چار بجکر پندرہ منٹ پر آخری سانس لی، جنازہ اسی دن بعد نماز ظہر مٹھن پورہ مسجد مظفر پور کے امام مولانا عین الحق صاحب نے پڑھائی اور مالی گھاٹ قبرستان مظفر پور میں تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں دو بیٹا، ایک بیٹی اور اہلیہ ہیں۔

شرف عالم صاحب کی ولادت اُٹھہتر سال قبل ان کے آبائی گاؤں شاہ پور غوث مجیا ضلع ویشالی میں ہوئی، والد صاحب کے زیر سایہ انٹر تک تعلیم حاصل کی، ان کی نانی ہال منیار پور، وارث نگر موجودہ ضلع سمستی پور تھی، نانا کا نام منظور علی تھا، ۱۹۶۵ء کے آس پاس ان کی بحالی ایگریکلچر آفس میں ہوئی تھی، ملازمت کا آغاز پٹنہ سے ہوا تھا اور 2000ء میں ملازمت کی عمر مکمل ہونے پر اگریکلچر افسر کی حیثیت سے سبکدوش ہوئے اور خسرو پور مظفر پور میں اپنے تعمیر کردہ مکان میں فروکش تھے۔

شادی انہوں نے دو کی تھی، پہلی شادی منوہر چھپرہ، بلاک موتی پور، ضلع مظفر پور کے عبدالرشید صاحب کی صاحب زادی سے ہوئی تھی، اس محل سے ان کو کوئی اولاد نہیں ہوئی تو انہوں نے دوسری شادی نظر احمد، دربھنگہ کے قمر الہدیٰ صاحب کی دختر نیک اختر سے کیا، جن کو پہلی شادی سے ایک لڑکی بھی تھی، شرف عالم صاحب نکاح کے بعد اہلیہ اور ان کی لڑکی کو بھی ساتھ رکھنے لگے، اس نکاح کے بعد ان کی پہلی بیوی نے رشتہ منقطع کرلیا اور طلاق ہوگئی، اس دوسرے محل سے اللہ رب العزت نے انہیں لڑکا، لڑکی دونوں عطا کیا اور شرف عالم صاحب نے تمام بچیوں کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیے اور انہیں برسر روزگار بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

شرف عالم صاحب کوئی عالم اور بڑے دانشور نہیں تھے، ان کی زندگی عام انسانوں جیسی ہی تھی، جب تک اعضاء، جوارح نے کام کیا، مسجد کی حاضری کو لازم پکڑے رکھا، علماء کے قدرداں اور کتابوں کے مطالعہ کے رسیا تھے، ملی کاموں میں سرگرم تو نہیں تھے، لیکن تعاون کا مزاج تھا، مہمان نوازی، سادہ دلی، خندہ روئی، انسانوں کا اکرام و احترام کا جذبہ خاندانی تھا، ان کے والد ڈاکٹر محمد اظہار الحق صاحب عرف بدو بابو ہومیو پیتھ کے ڈاکٹر تھے اور جب والد مرحوم ماسٹر محمد نور الہدیٰؒ نے حسن پور گنگھٹی مسجد کی تولیت میرے دادا منشی علی حسن مرحوم کے بعد گاؤں والوں کے مشورے سے ان کی زندگی میں ہی حضرت مولانا سید محمد شمس الحق صاحبؒ کے حوالہ کیا تو کمیٹی کے ارکان میں شرف عالم صاحب کے والد ڈاکٹر اظہار الحق بھی تھے، میٹنگوں میں ان کا آنا جانا ہوتا تھا، میں نے سن شعور کے بالکل ابتدائی دور میں ان کو دیکھا تھا، والد صاحب مرحوم کے سرائے ہائی اسکول جانے کا راستہ مجیا ہو کر ہی گذرتا تھا، والد صاحب جب نماز مجیا کی مسجد میں پڑھتے تو شرف عالم صاحب، ان کے بڑے بھائی ڈاکٹر خورشید عالم صاحب اور ان کے والد مرحوم سے کبھی کبھی ملاقات ہوجایا کرتی تھی، ہم لوگوں کا بچپنا تھا، اس لیے صاحب سلامت دور کی ہوجاتی تھی اور کبھی بات دید و شنید سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔

میری شرف عالم صاحب سے جان پہچان اور تعارف کا واقعہ انتہائی پر لطف ہے، عربی ششم کا جب میں دارالعلوم دیوبند کا طالب علم تھا تو میری پہلی کتاب ''فضلائے دارالعلوم اور ان کی قرآنی خدمات'' چھپ کر آئی تھی، کچھ کتابیں کتاب منزل سبزی باغ پٹنہ میں رکھ دی گئی تھیں، ناشر کی جگہ مکتبہ نور الانجم حسن پور، گنگھٹی بکساما، ویشالی کا نام درج تھا، ان دنوں کتاب منزل قاضی رئیس صاحب کی ملکیت تھی اور وہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں استاذ تھے، اہل علم کا مجمع وہاں لگا کرتا تھا، میں ان دنوں مدرسہ احمدیہ ابابکر پور میں استاذ تھا، ان دنوں مدرسہ بورڈ سے ملحق مدارس میں تنخواہ شش ماہی بلکہ کبھی کبھی سالانہ آیا کرتی تھی، جب میری بحالی مدرسہ احمدیہ ابابکر پور میں ہوئی تھی، اسی وقت سے کچھ کتابیں نصاب کی الماری میں برائے فروخت رکھتا تھا، کتابوں کی تاجرانہ نرخ پر خریداری کتاب منزل سے کرتا تھا، شرف عالم صاحب مرحوم کا بھی کتاب منزل پر آنا جانا رہتا تھا، انہوں نے جب یہ کتاب دیکھی تو اُچھل پڑے، ارے گنگھٹی میں کون مصنف ہوگیا، اتفاق سے وہ پٹنہ سے گھر آرہے تھے اور میں مدرسہ سے اپنے گھر جا رہا تھا، ٹوپی کرتا دیکھ کر استصواب کیا، معلوم ہوا کہ میں ہی ثناء الہدیٰ ہوں، تو لپٹ گئے، گھر لے گئے، ضیافت کی، حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے استعجاب کا اظہار بھی کیا، اس دن کے بعد سے جب وہ کسی سے میرا تعارف کراتے تو اس واقعہ کا ذکر ضرور کرتے، میرے تعلقات ان سے برابر استوار رہے، وہ لکھنے پڑھنے میں مشغولیت کی وجہ سے میرے بڑے لڑکا محمد نظر الہدیٰ قاسمی کی بھی بڑی قدر کرتے تھے، کبھی ہم دونوں ان کے گھر پہونچ جاتے تو محبت سے پیش آتے اور ناشتہ چائے سے ضیافت ضرور کرتے، آنے جانے والوں کو میری کتابوں سے متعارف کراتے، کتابوں کا ایک منتخب ذخیرہ ان کے پاس تھا، کتاب مطالعہ کے لیے مانگنے پر دیدیتے، لیکن تاکید در تاکید کر کے وصول بھی کرلیا کرتے تھے۔

شرف عالم صاحب کی موت ایسے تو ایک عام انسان کی موت ہے، جنہوں نے اپنے خاندان، بال بچوں کے لیے سوچا، ملت کا کوئی کام آگیا تو سامنے آگئے انسانی قدروں پر پوری زندگی عامل رہے، لیکن عام انسانوں کی زندگی میں بھی ہمارے لیے عبرت و موعظت کے بڑے سامان ہوتے ہیں اور ہمیں ان کی زندگی کے نشیب و فراز سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے، اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ آمین یارب العلمین

کتابوں کی دنیا

✍: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

کلیاتِ خیرؔ

ڈاکٹر افتخار احمد (ولادت ۵ر فروری ۱۹۷۱ء) ساکن مکرم پور مدھوبنی فارسی زبان و ادب کے معروف اسکالر اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدر آباد میں فارسی زبان و ادب اور مرکزی ایشا کے مطالعات کے شعبہ میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں، وہ مولانا آزاد کالج کولکاتہ میں صدر شعبہ فارسی رہ چکے ہیں، پچاس سے زائد مقالات ان کے قلم سے نکلے اور پچاس سے زائد قومی اور بین الاقوامی سمینار اور کانفرنس میں شامل ہوکر تحقیقی مقالہ پیش کرچکے ہیں، ان کے مضامین و مقالات کی زبان اردو، فارسی، انگریزی اور ہندی ہوا کرتی ہے، مطلب یہ ہے کہ چار زبان میں لکھنے اور بولنے پر قادر ہیں۔ متنی تحقیق اور تاریخی احوال و آثار سے دلچسپی ہے، ادب کی زنبیل سے نیا کچھ نکال کر قاری کی خدمت میں پیش کرتے رہتے ہیں، کلیات خیرؔ ان کے اسی ذوق کی تکمیل اور متنی تحقیق، ترتیب و تدوین کا بہترین نمونہ ہے۔

کلیات خیرؔ مولانا ابوالخیر وجیہ الاسلام محمد صفی الدین خیرؔ دربھنگوی (ولادت ۱۲ر اکتوبر ۱۸۶۹ء - وفات ۱۵ر نومبر ۱۹۴۸ء) کے تین دیوان پر مشتمل ہے، ان میں سے ایک قلمی اور دو مطبوعہ شکل میں پہلے سے موجود تھے، دیوان اول حسنات خیر (۱۳۲۹) دیوان دوم لمحات خیر (۱۳۵۱) تیسرا فارسی دیوان رشحات خیر و تنقیحات خیر ہے، تینوں الگ الگ مکمل دیوان ہے، ان تینوں کے مجموعہ کا نام کلیات خیرؔ ہے۔ ''حسنات خیرؔ'' اور ''رشحات خیرؔ'' میں کلام کی ترتیب ردیف میں استعمال آخری حروف تہجی کے اعتبار سے ہے، البتہ ''لمحات خیرؔ'' دوسرے عناوین گلنار نظمیں، مفردات، شادمان خیر، کہہ مکرنیاں، مسلک حاضرہ، فکاہیات، جوش آزادی، چٹکیاں، سہانی رات، ملہم غیب خیر (قطعات تاریخ ۱۹۳۷ء) سپاس نامہ، ارمان خیر (۱۳۲۱ھ) وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے، جن کے ذیل میں درج اشعار بھی انتہائی قیمتی اور تاریخی ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ ان عنوانات اور ان کے ذیل میں درج اشعار کو نکال دیا جاتا تو یہ کلیات خیرؔ ہوتا ہی نہیں، ناقص رہ جاتا، تیسرا دیوان جو فارسی کلام پر مشتمل ہے، اس میں بھی دیوان کے خاتمہ پر رباعیات، ساقی نامہ اور مفردات کے عنوان سے فارسی اشعار موجود ہیں۔

خیرؔ دربھنگوی اپنے وقت کے نامور شاعر تھے، اس لئے ان کے عہد کے تمام تذکرہ نگاروں نے ان کی شاعری کی عظمت اور ادب و صحافت کے حوالہ سے ان کا چرچا کیا اور تذکرہ لکھا ہے، خیرؔ اس اعتبار سے خوش نصیب ہیں کہ انہوں نے اپنی شاعری کی داد اپنے معاصرین سے پالی، داغ جیسے استاذ الشعراء نے ان کے کلام اور ان کے تخلص کی بھی تعریف کی، اس معاملہ میں معاصرت ان کی رقیب نہیں بن سکی، خیرؔ کی شاعری چاہے فارسی کی ہو یا اردو کی، ان کی قادر الکلامی، رفعت تخیل، ندرت بیان کا مظہر اتم ہے، ان کی شاعری میں محاکات، پیکر تراشی، سراپا نگاری کے بھی عمدہ نمونے ملتے ہیں، خیرؔ نے حمد، نعت، غزل، نظم، مسدس، سپاس نامہ، تہنیت نامہ، گیت، کہہ مکرنیاں، سہرے، تاریخی قطعات وغیرہ مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی، انہوں نے نثر و نظم میں طنز و مزاح کو برتا اور شعر کہا، ان کی شاعری میں مختلف اصناف میں مختلف شعراء کا عکس اور پرتو دکھائی دیتا ہے، وہ داعیانہ لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں تو ہمیں اقبال یاد آتے ہیں، مزاح لکھتے ہیں تو اکبرالہ آبادی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے اور بچوں کے لئے کچھ لکھتے ہیں تو مولوی اسماعیل میرٹھی کی یاد آتی ہے، کہنا چاہیے کہ وہ ان شعراء کے تخیل، انداز، اسلوب کو ایک تسلسل عطا کرتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ خیرؔ کی شاعری کے بیانیہ کے بغیر بہار میں اردو شاعری کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔

۶۸۷ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب مغربی بنگال اردو اکیڈمی کے مالی تعاون سے چھپی ہے، انتساب ''خلد آشیانی مادر مہربان، جنہوں نے حرف حرف لکھنا، لفظ لفظ بولنا اور پاؤں پاؤں چلنا سکھایا عدیلہ خاتون اور رفیق حیات زن وفا شعار صفیہ خاتون عرف چاند بی بی کے نام جو مرتب کے دوش بدوش ہم سفر ہیں'' کے نام ہے ڈاکٹر افتخار احمد نے دونوں کے نام انتساب کر کے ساس بہو کے درمیان توازن کی عمدہ مثال قائم کی ہے اور دونوں کے حقوق کی رعایت ملحوظ رکھی ہے، کتاب کا آغاز ڈاکٹر افتخار احمد صاحب کے ''اور کچھ بیان اپنا'' سے ہوتا ہے، جس میں انہوں نے اپنے کام کا تعارف کرایا ہے اور معاونین کے لئے شکریہ ادا کیا ہے، پیش لفظ پروفیسر محمد کاظم شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی کا ہے، جو چھ صفحہ پر پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد مرتب اور مدون کا تفصیلی، تحقیقی مقدمہ ہے جو ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) صفحات کا ہے۔ یہ صفحات یوں ہی سیاہ نہیں کئے گئے ہیں، ان میں خیرؔ دربھنگوی کے احوال و کوائف، خاندانی احوال و مضامین ان کی نثری، شعری خدمات، ان کی صحافت، ان کے اکابر سے مراسم، دیوبند میں ان کی تعلیم اور ان کے اساتذہ، قطب عالم مولانا محمد علی مونگیریؒ سے ان کے مریدانہ روابط اور ان کی شاعری کا محاکمہ سبھی کچھ اس میں آگیا ہے، اس مقدمہ کو پڑھ کر ہم خیرؔ دربھنگوی سے پورے طور پر واقف تو ہوتے ہی ہیں خود ڈاکٹر افتخار احمد کی کاوش، ان کے مطالعہ کی گہرائی اور گیرائی، صحت کے ساتھ متن کی خواندگی، تاریخی مصرعوں کی تعیین، ان کی جانچ پڑتال میں مہارت اور سلیقگی کے ہم قائل ہوتے ہیں، اہل علم جانتے ہیں کہ یہ پل صراط سے صحیح سالم گزرنے کا عمل ہے اور ڈاکٹر افتخار احمد نے ثابت کردیا ہے کہ انہیں پل صراط سے گذرنا اور سرکس کی رسی پر چلنے کا ہنر آتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ بہت دنوں کے بعد متنی تحقیق و تدوین کا ایسا نمونہ سامنے آیا ہے، کام ہو رہا ہے، لیکن تراشے کا کام ہو رہا ہے، کسی نے دو کتاب کا مطالعہ کیا تو اپنے مضمون میں دو کتاب کا مطالعہ پیش کردیا پھر کسی نے اسی موضوع پر دس کتاب پڑھی اس کے حاصل مطالعہ کو کتاب کی زینت بنا دیا، ترتیب، تحقیق اور تدوین کا کام یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ نہیں ہو رہا ہے؛ مگر کم ہو رہا ہے، آپ اسے خال خال سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں۔

کتاب کے اخیر میں جدید تحقیقی نہج کے مطابق اشاریہ، اخبارات، کتابیات، رسالہ جات کا اندارج بھی کیا گیا ہے، مرتب کے بارے میں آپ کچھ جاننا چاہتے ہیں تو آخری صفحہ اور فلیپ پر درج اطلاعات آپ کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے حاضر ہے۔

روشان پرنٹرس دہلی کے مطبع سے چھپی اس کتاب کی اشاعت ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی کے ذریعہ ہوئی ہے، ملنے کے پتے ایک درجن سے زائد درج ہیں، آپ پٹنہ میں ہیں اور جیب پر بار نہ ہو تو بک امپوریم سبزی باغ پٹنہ سے ایک ہزار روپے دے کر خرید سکتے ہیں، بک سیلر اگر رعایت کردے تو یہ آپ کی قسمت۔

Scanned with CamScanner

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی رحمہ اللہ کا قصۂ بیعت: تذکرۃ الرشید میں ہے کہ حضرت والاؒ جب تھانہ بھون حاضر ہوئے تو پیر محمد والی مسجد میں داخل ہوئے، دیکھا کہ ظہر کی نماز ہوچکی ہے اور حضرت اقدس رئیس الاتقیاء مولانا امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ اپنی سہ دری میں بیٹھے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہیں، ختم تلاوت پر حضرت مولانا سلام کرکے بیٹھ گئے اور اس ملاقات سے پہلے ایک مرتبہ دہلی اور دو مرتبہ گنگوہ اور ایک مرتبہ تھوڑی دیر کے لیے تھانہ بھون میں حضرت کی زیارت ہوئی تھی، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نہایت ہی کریمانہ اخلاق سے پیش آئے اور غایت درجہ خاطر و مدارات فرمائی اور دریافت فرمایا کہ کیسے آئے ہو؟ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا کہ کسی سے مناظرہ کا ارادہ ہے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے منع فرمایا، اسی وقت آپ نے موقع پاکر حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہونے کی درخواست کی، حضرت حاجی صاحبؒ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے اعتقاد اور شوق کو بڑھانے کے لیے امتحان کے لیے بظاہر انکار کا لفظ زبان پر لائے، کیونکہ اخلاص اور شوق سے تشریف لائے تھے، جتنا ادھر سے انکار تھا اسی قدر ادھر اصرار تھا اور جس قدر اس جانب سے استغنا تھا، اسی قدر اس طرف سے احتیاج کا اظہار تھا، اس لیے دو تین دن کے قیام میں پورے استقلال کے ساتھ حافظ ضامن صاحبؒ کے سفارش سے حضرت گنگوہیؒ کو حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت حاصل ہوئی، حضرت گنگوہیؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بیعت ہونے کے وقت میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے کوئی ذکر و شغل محنت و مجاہدہ کچھ نہیں ہوسکتا، حضرت صاحبؒ نے تبسم کے ساتھ ارشاد فرمایا، اچھا کیا مضائقہ ہے۔

غرضیکہ بیعت ہوگئے اور حضرت حاجی صاحبؒ نے آپ کو بارہ تسبیح تلقین فرمائی، رات کے وقت جب حضرت حاجی صاحب تہجد کے لیے بیدار ہوئے چونکہ قریب ہی حضرت گنگوہی آرام فرمارہے تھے، حضرت گنگوہیؒ کی بھی آنکھ کھل گئی، خود فرماتے ہیں کہ نہ تو ہماری آنکھ لگی اور نہ میں نے لیٹنا گوارہ کیا، اٹھا، وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے، حضرت حاجی صاحبؒ ایک گوشے میں ذکر و اذکار میں مشغول تھے، دوسرے گوشے میں حضرت گنگوہیؒ آکر کھڑے ہوئے اور بہ نیت تہجد نوافل ادا کیا اور ذکر بالجہر شروع کردیا، گلا اچھا تھا، بدن میں قوت تھی، صبح کو جب حاضر خدمت ہوا تو حضرت فرمانے لگے کہ تم نے ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا ہو، اس دن سے ذکر جہر کے ساتھ مجھے محبت ہوگئی، پھر کبھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہا، اس کا اثر یہ ہوا کہ تا وصال حضرت گنگوہیؒ بارہ تسبیح کا اہتمام کرتے رہے اور دیگر مراقبات و مشاغل کا بھی اہتمام ہوتا رہا، حدیث شریف میں ہے: "**احب الاعمال دیم علیه**" جن معمولات پر اخیر تک پابندی ہو وہ اعمال عند اللہ محبوب ہوتے ہیں۔

تذکرۃ الرشید میں ہے کہ حضرت قطب عالم قدس سرہ خادم کے دریافت کرنے پر اپنی زبان مبارک سے فرمایا، پھر تو مرمٹا، حقیقت میں حضرت مولانا اس کے بعد مرمٹے، اپنے نفس کو ماردیا، ہوائے نفس کو ملیامیٹ کردیا اور ترقی کرتے کرتے فنائیت کے مقام کو پہونچے، آپ کو بیعت ہوئے اور ذکر بالجہر کرتے ایک ہفتہ گزرا تھا کہ آٹھویں دن شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی جانب سے دوسرا صلہ یہ عطا ہوا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ میاں مولوی رشید احمد جو نعمت مجھے حق تعالیٰ نے دی تھی وہ آپ کو دے دی، آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے، حضرت قطب عالم مولانا گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت کیا فرمارہے ہیں وہ کون سی چیز ہے جو حق تعالیٰ شانہ نے حضرت حاجی صاحب کو دی تھی اور مجھے عطا ہوئی، تقریباً پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ نعمت کیا تھی (یقیناً وہ معرفت الٰہیہ کا حصول تھا، جو خلافت کی شکل میں محض آٹھ دن میں حضرت کو یہ نعمت حاصل ہوئی، اللہم زد فزد)

حق تعالیٰ شانہ ہم لوگوں کو بھی معرفت الٰہیہ میں کمال پیدا فرمائے اور مجاہدہ اور ذکر اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔

مرتب فرماتے ہیں کہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب علیحدہ لے گئے اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو تم ان کو بیعت کرلینا، حضرت گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ سے کون درخواست کرے گا، حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تمہیں کیا جو کہتا ہوں وہ کرنا، یہ انعام خلافت پہلے سفر کے آخری ملاقات کے وقت حضرت گنگوہی کو عطا ہوا یہ خدا کی دین ہے کہ جس وہلہ میں بیعت ہوئے اسی وہلہ میں صاحب نسبت بنے، خلیفہ ہوئے، یہی سفر بیعت کا تھا اور یہی سفر ذریعہ حصول خلافت یہی زمانہ جو قلیل زمانہ تھا، جس میں حضرت گنگوہی حسن نیت اور مجاہدہ کی برکت سے قلیل عرصہ میں صاحب نسبت بنے، روانہ ہوئے تھے، مولانا شیخ محمد صاحب سے مباحثہ کرنے اور واپس گئے، عالم طریقت مجاز حقیقت اور شیخ عصر بن کر۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال — کہ آگ لینے کو جائیں اور پیمبری مل جائے

پھر جب تھانہ بھون سے حضرت حاجی صاحب رخصتی مصافحہ کیا اور گنگوہ اپنے دولت کدہ کی طرف مراجعت فرمائی اور گنگوہ تشریف لائے، وطن پہنچ کر حضرت گنگوہیؒ جس کیف اور ذوق اور شغل حال میں اپنے اوقات کو گزارا حضرت گنگوہی کے ماموزاد بھائی جناب مولوی النصر صاحب فرماتے تھے کہ تھانہ بھون سے واپس ہوکر حضرت کا قیام میرے مکان پر تھا، نصف شب کو جب آپ اٹھتے تھے اور سیدھے مسجد کی جانب رخ فرماتے تو پیچھے میں بھی لگا ہوا چلا آتا تھا، جس وقت حضرت مخدوم گنگوہیؒ ذکر بالجہر شروع فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے، خود پہ جو حالت گزرتی ہوگی اس کی تو کیا کسی کو کیا خبر، حضرت گنگوہیؒ اس بات سے خالی الذہن تھے کہ آپ شیخ سمجھے جائیں گے اور آپ سے مرید بننے کی تمنا کی جائے گی، مگر بڑوں کی بڑی باتیں ہیں، چونکہ حضرت حاجی صاحب مہاجر مکیؒ نے فرمادیا تھا کہ اگر کوئی بیعت کرنا چاہے تو ضرورت بیعت کرلینا، اسی کا اثر ہونا ضروری تھا، وطن واپس ہوئے چند ہی روز گزرتے تھے کہ ایک پاکیزہ صفت نیک دل عورت نے آپ سے بیعت کی درخواست کی اور عرض کیا کہ مجھے مرید کرلیجئے، اس وقت حضرت گنگوہیؒ نے از راہ تواضع اور کسر نفسی درخواست کو نامنظور فرمادیا اور خوبصورتی کے ساتھ ٹال دیا، مگر اِدھر سے انکار کے ساتھ اُدھر سے اصرار بھی تھا، اسی موقع سے حضرت حاجی صاحب مہاجر مکیؒ نانوتہ جاتے ہوئے حضرت گنگوہیؒ کے یہاں گنگوہ میں قیام فرمالیا، وہ خوش نصیب عورت کو اپنے درد کا درمان حاصل کرنے کے اس سے بہتر موقع کہاں سے مل سکتا تھا، اس عورت نے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ میں حضرت گنگوہیؒ سے بیعت ہونا چاہتی ہوں اور مولانا بیعت ہونا قبول نہیں فرماتے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے مولانا گنگوہیؒ سے ارشاد فرمایا کہ کیوں صاحب سائل کی درخواست کیوں منظور نہیں ہوئی، حضرت مولانا شرم سے پسینہ پسینہ ہوگئے اور حضرت گنگوہی پر جواب دیتے رہے کہ میں اس قابل نہیں، پھر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا جب اس عورت کو آپ سے عقیدت ہے تو مجھ سے بیعت کا کیا نفع ملے گا، حضرت حاجی صاحبؒ اٹھے اور حضرت گنگوہیؒ کو اپنے ساتھ اس عورت کے مکان پر لائے اور فرمایا، لو میرے سامنے بیعت کرو، بہرحال بیعت کرلیا اور حضرت حاجی صاحب نانوتہ تشریف لے گئے، حضرت گنگوہیؒ مجاز بیعت بننے کے بعد گنگوہ اور تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ کی حاضری کا سلسلہ قائم اور دائم رکھا، آٹھ دن گنگوہ تو دس دن تھانہ بھون، بارہ دن گنگوہ تو پندرہ دن تھانہ بھون، غرض ہر مہینے اور کبھی ہر ہفتہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی زیارت اور شرف حضوری کو ضروری سمجھتے۔ (رہنمائے راہ طریقت، ص:۱۸۴)

علماء دیوبند کی خداترسی: سید الطائفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہ نے جب ردِ بدعات پر کچھ رسالے لکھے تو اہل بدعت کی طرف سے سب و شتم کی بوچھار ہوئی، بعض مشہور اہل بدعت کی طرف سے بہت سے رسالے ان کے خلاف سب و شتم سے بھرے ہوئے یکے بعد دیگرے شائع ہوئے تھے، حضرت گنگوہیؒ کی بینائی اس وقت نہیں رہی تھی، مولانا محمد یحیٰ صاحب کاندھلویؒ (والد ماجد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ) حضرتؒ کے خادم خاص اور معتمد تھے، آنے والی ڈاک کو پڑھ کر سناتے اور پھر جواب لکھنے کی خدمت ان کے سپرد تھی، ان میں وہ رسالے بھی ہوتے تھے جو ان حضرات کی طرف سے آتے تھے، کچھ دن ایسے گذرے کہ مولانا محمد یحیٰ صاحبؒ نے ایسا کوئی رسالہ نہیں سنایا، تو حضرت گنگوہیؒ نے پوچھا کہ مولوی یحیٰ کیا ہمارے دوست نے ہمیں یاد کرنا چھوڑ دیا ہے، بہت دنوں سے ان کا رسالہ نہیں آیا، مولانا محمد یحیٰ صاحب نے عرض کیا کہ رسالہ تو کئی آئے ہیں مگر وہ مجھ سے پڑھے نہیں جاتے، حضرت نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا ان میں گالیاں بھری ہیں آپؒ نے اوّل تو فرمایا اے میاں! کہیں دور کی گالی بھی لگا کرتی ہے؟ پھر فرمایا کہ وہ ضرور سُناؤ ہم تو اس نیت سے سنتے ہیں کہ ان کی کوئی بات قابل قبول ہو تو قبول کریں ہماری کسی غلطی پر صحیح تنبیہ کی گئی ہو تو اپنی اصلاح کریں۔

یہ ہیں وہ حق پرست خداترس علماء جن کا کسی سے اختلاف ہوتا ہے تو خالص حق تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے اور جو مخالفین کی سب و شتم کے وقت بھی جذبۂ انتقام اور اپنے نفس کی مدافعت اور تاویلات ڈھونڈنے کے بجائے اپنی اصلاح اور حق طلبی کی راہ نکال لیتے ہیں۔

میانہ روی: حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ایک مرید کم کھایا کرتے تھے، مولانا نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ دماغ خشک ہوجائے گا اور یہ حدیث پڑھی "**المومن القوی خیر من المومن الضعیف**" کہ مسلمان قوی اور مضبوط کمزور سے بہتر ہے، مگر ان مرید صاحب نے مولانا کی ایک نہ سُنی اور غذا کم ہی کرتے رہے، پھر ان کو کچھ عربی عبارتیں نورانی حروف میں نظر آنے لگیں، مولانا سے بیان کیا، وہ اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ بس مجھے کشف ہونے لگا اور میں بڑے درجے میں پہونچ گیا مولانا نے فرمایا کہ جنون کا مقدمہ شروع ہوگیا، تقلیل غذا... موقوف کرو، دودھ گھی خوب کھاؤ اور طبیب سے دماغ کا علاج کراؤ ورنہ چند دن میں پاگل ہوجاؤ گے، مگر وہ اب بھی باز نہ آئے، چنانچہ چند روز بعد ان کو جنون ہوگیا، ننگے بیٹھے رہا کرتے اور ذکر کے بجائے گالیاں بکا کرتے۔

فائدہ: اطباء کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ جدا معاملہ اس کے مناسب کرتے ہیں شیوخ کاملین بھلا ایسا کیوں نہ کریں گے، اگر فہم ہو تو ان کے پاس رہ کر عامی آدمی بھی اس تفصیل کو سمجھ سکتا ہے۔

ھر ایک کا اعتدال جدا ھے: ایک شیخ کے پاس ایک مرید رہتا تھا جس کی غذا سب سے زیادہ تھی، دوسرے مریدوں نے شکایت کی کہ فلاں مرید بہت کھاتا ہے، شیخ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ بھائی سالک کو تقلیل غذا اختیار کرنی چاہئے، بہت نہ کھانا چاہئے، بلکہ اعتدال سے کھانا چاہئے اس نے کہا کہ حضرت ہر ایک کا اعتدال جدا ہے، آپ نے پہلے میری اصل غذا تو دریافت فرمائی ہوتی اس کے بعد معلوم ہوگا کہ میرا اعتدال وہی ہے جو میں نے اختیار کیا، کیونکہ میں یہاں آنے سے پہلے ۲۵ ر روٹیاں کھایا کرتا تھا، اب پندرہ کھاتا ہوں تو اعتدال ہوا یا اعتدال سے زیادہ اور جو لوگ خانقاہ میں پانچ روٹیاں کھاتے ہیں ان کی غذا پہلے سات آٹھ روٹیوں کی تھی تو ان کا یہی اعتدال ہے کہ وہ پانچ کھائیں۔

شیخ نے فرمایا کہ واقعی تم سچ کہتے ہو، بس اس سے کم مت کرنا اور مریدوں سے فرمایا کہ بھائی وہ زیادہ نہیں کھاتا اپنی خوراک سے بہت کم کھاتا ہے، تو دیکھئے صحبت کی برکت سے اس عامی آدمی کو معلوم ہوگیا کہ ہر ایک کا اعتدال جدا ہے، مجھے اپنی غذا اتنی نہ کم کرنی چاہئے جتنی اور لوگوں کی ہے، الغرض شریعت نے تمتع دنیا سے منع نہیں فرمایا، ترجیح دنیا علی الآخرۃ سے منع کیا ہے۔

دوسروں کی راحت کا خیال رکھنا چاھئے: دیوبند میں ایک بزرگ بہلی میں سوار ہوکر چلے، ایک معتقد بھی ساتھ بیٹھے، اتفاق سے راستہ میں بہلی اُلٹ گئی اور نقشہ یہ ہوا کہ وہ معتقد صاحب جس طرف بیٹھے تھے اس طرف کو بہلی الٹی وہ نیچے اور بزرگ صاحب اوپر، اب بزرگ ہیں کہ معتقد کی کمر پر بیٹھے ہیں اس نے عرض کیا کہ حضرت بیٹے میں تو مرا جاتا ہوں، وہ فرماتے ہیں کہ مرو گے نہیں ہم جوتہ پہن لیں، پس ہمارا جوتہ لاؤ، اس نے کہا کہ اتنے جوتہ آئے گا میرا تو خاتمہ ہوجائے گا، فرمایا کہ نہیں ہم ننگے پیر زمین پر نہیں رکھ سکتے مٹی لگ جائے گی، ہمیں عادت نہیں ننگے پیر زمین پر رکھنے کی اس بے چارے کی کمر سے نہیں اترے، جب گاڑی بان نے جوتہ دیا تب پہن کر اُترے، مگر اس شخص کے بالکل چوٹ نہیں آئی۔ (پسندیدہ واقعات، از: حضرت تھانویؒ، ص:۲۳۱)

اساتذہ کا مقام اور ذمہ داریاں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اسلامی تعلیمات کے مطابق تعلیم وتدریس نہایت ہی مقدس اور معزز پیشہ ہے، ہر مذہب اور ہر سماج میں اساتذہ کو بڑا احترام حاصل رہا ہے؛ کیوں کہ سماج میں جو کچھ بھلائیاں اور نیکیاں پائی جاتی ہیں اور خدمت خلق کا جو سروسامان موجود ہے، وہ سب دراصل تعلیم ہی کا کرشمہ ہے اور درسگاہیں ان کا اصل سرچشمہ ہیں، اسلام کی نگاہ میں انسانیت کا سب سے مقدس طبقہ پیغمبروں کا ہے، پیغمبر کی حیثیت اپنے اُمتی کی نسبت سے کیا ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ اس کا ذکر فرمایا ہے کہ نبی انسانیت کا مربی اور معلم ہوتا ہے، وہ تعلیم بھی دیتا ہے اور انسانیت کو اس علم کے سانچہ میں ڈھالنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔

اسی لئے اساتذہ کا احترام اسی قدر ضروری ہے جتنا اپنے والدین کا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فقہاءِ صحابہ میں ہیں، حدیث کی نقل وروایت اور فہم ودرایت میں بھی بڑے اعلیٰ درجے کے مالک ہیں اور تفسیر وفہم قرآن کا کیا پوچھنا کہ اُمت میں سب سے بڑے مفسر مانے گئے ہیں؛ لیکن اس مقام ومرتبہ کے باوجود صورتِ حال یہ تھی کہ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کی سواری کی رکاب تھام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں اہل علم کے ساتھ اسی سلوک کا حکم دیا گیا ہے، (مستدرک حاکم) خلف احمر مشہور امام لغت گزرے ہیں، امام احمدؒ ان کے تلامذہ میں ہیں؛ لیکن علومِ اسلامی میں مہارت اور زہد وتقوی کی وجہ سے امام صاحب کو اپنے استاذ سے بھی زیادہ عزت ملی، اس کے باوجود امام احمدؒ کبھی ان کے برابر بیٹھنے کو تیار نہیں ہوتے اور کہتے تھے کہ آپ کے سامنے بیٹھوں کیسے؛ کیوں کہ ہمیں اپنے اساتذہ کے ساتھ تواضع اختیار کرنے کا حکم ہے، (تذکرۃ السامع والمتکلم) امام شافعیؒ امام مالکؒ کے شاگردوں میں ہیں، کہتے ہیں کہ جب میں امام مالکؒ کے سامنے ورق پلٹتا تو بہت نرمی سے، کہ کہیں آپؒ کو بارِ خاطر نہ ہو، (حوالہ سابق) خود قرآن مجید نے حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ کو تفصیل سے تذکرہ کیا ہے، باوجودیکہ حضرت موسیٰ مقامِ نبوت پر فائز تھے؛ لیکن انھوں نے نہایت صبر اور تحمل کے ساتھ حضرت خضر کی باتوں کو برداشت کیا اور بار بار معذرت خواہی فرمائی، امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں منقول ہے کہ اپنے استاذ حمادؒ کے مکان کی طرف پاؤں کرنے میں بھی لحاظ ہوتا تھا، امام صاحبؒ خود اپنے صاحب زادہ کا نام اپنے استاذ کے نام پر رکھا، قاضی ابو یوسفؒ کو اپنے استاذ امام ابوحنیفہؒ سے ایسا تعلق تھا کہ جس روز بیٹے کا انتقال ہوا اس روز بھی اپنے استاذ کی مجلس میں حاضری سے محرومی کو گوارا نہیں فرمایا۔

بدقسمتی سے اب اساتذہ اور طلبہ کے درمیان محبت واحترام کا یہ جذبہ مفقود ہے، طلبہ اپنے اساتذہ کو ایسی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ گویا وہ ان کے حریف اور فریق ہیں، نقل وحرکت اور نشست وبرخاست میں ادب واحترام تو بہت دور کی چیز ہے، رودررو فقرے چست کرنے اور جملے کسنے میں بھی کوئی حجاب نہیں، ظاہر ہے اس بے احترامی اور بے اکرامی کے ساتھ کیوں کر کسی شخص سے فیض یاب ہوا جا سکتا ہے؟

جو شخص جتنے بلند مقام ومرتبہ کا حامل ہو، اسی نسبت سے اس کی ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں، استاذ باپ کا درجہ رکھتا ہے؛ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو وہی محبت اور پیار دے، جو ایک باپ اپنی اولاد کو دیتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے طلبہ کی نسبت سے فرماتے تھے کہ اگر ان پر ایک مکھی بھی بیٹھ جاتی ہے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے، (تذکرۃ السامع) سلف صالحین کو اپنے شاگردوں سے ایسی محبت ہوتی کہ ان کی نجی دشواریوں کو بھی حل کرتے، امام شافعیؒ بڑے اعلیٰ درجے کے فقیہ ومحدث ہیں، یہ حصولِ علم کے لئے مدینہ پہنچے، غریب آدمی تھے، امام مالکؒ نے اپنے اس ہونہار شاگرد کو خود اپنا مہمان بنایا اور جب تک مدینہ میں رہے، ان کی کفالت کرتے رہے، پھر جب امام شافعیؒ نے مزید کسبِ علم کے لئے کوفہ کا سفر کرنا چاہا تو سواری کا نظم بھی کیا اور اخراجات سفر کا بھی اور شہر سے باہر آ کر نہایت محبت سے آپؒ کو رخصت کیا، امام شافعیؒ کوفہ آئے اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید امام محمدؒ کی درس گاہ میں بحیثیت طالب علم شریک ہو گئے، یہاں بھی امام محمدؒ نے ذاتی طور پر امام شافعیؒ کی کفالت فرمائی؛ بلکہ بھرپور تعاون فرمایا، امام شافعیؒ اس حال میں کوفہ پہنچے کہ نہایت ہی معمولی کپڑا آپ کے جسم پر تھا، امام محمدؒ نے اسی وقت ایک قیمتی جوڑے کا انتظام فرمایا، جو ایک ہزار درہم کا تھا، پھر جب امام شافعیؒ کو رخصت کیا تو اپنی پوری نقدی جمع کر کے تین ہزار درہم انھیں حوالہ کئے، (جامع بیان العلم لابن عبدالبر)

امام ابو یوسفؒ کے والد دھوبی کا کام کرتے تھے اور بڑی عسرت کے ساتھ گزراوقات ہوتی تھی؛ بلکہ اس افلاس ومجبوری کی وجہ سے ان کے والدین کو امام ابو یوسفؒ کا پڑھنا پسند نہیں تھا، وہ چاہتے تھے کہ آپ کسبِ معاش میں مصروف ہوں اور گھر کے اخراجات میں ہاتھ بٹائیں، امام ابوحنیفہؒ ان کی ذہانت اور طلب علم کے شوق سے بہت متأثر تھے، اس لئے آپؒ نے بنفس نفیس ان کے اخراجات برداشت کئے۔

آج کل صورتِ حال یہ ہے کہ تدریس محض درس گاہ کی ملازمت نہیں کہ آدمی تکمیل ضرورت کے لئے کچھ تنخواہ لے لے اور بے غرضی کے ساتھ اپنے شاگردوں کو پڑھائے؛ بلکہ تدریس ایک ایسی تجارت بن گئی ہے کہ جس کے لئے کسی سرمایہ اور دوکان کی ضرورت نہیں، اساتذہ تاجر ہیں اور طلبہ گاہک، اساتذہ اسکولوں اور کالجوں میں قصداً غیر معیاری اسباق دیتے ہیں اور اسباق کو تشنہ رکھتے ہیں؛ تاکہ طلبہ ان سے ٹیوشن پڑھیں اور کم وقت کی زیادہ قیمت ادا کرنے پر آمادہ ہوں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض دانش گاہوں میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے لئے بھی ''شایانِ شان نذرانہ'' پیش کرنا ہوتا ہے!

یہ ایسی شرمناک بات ہے کہ شریف النفس لوگوں کے لئے اس کا تذکرہ بھی گراں خاطر ہے، ایک ایسا مقدس رشتہ جو مکمل طور پر بے غرضی پر مبنی ہے، جو ایک دوسرے سے بے لوث محبت اور بے پناہ شفقت کا متقاضی ہے اور جو تعلیم گاہیں انسانیت، محبت اور فرض شناسی کا احساس پیدا کرنے کے لئے ہیں، وہیں سے ایسی بداخلاقی اور حرص وطمع کا سبق ملے تو پھر کون سی جگہ ہوگی جہاں انسان کو انسانیت کا سبق مل سکے گا؟ حماد بن سلمہ ایک مشہور محدث گزرے ہیں، ان کے ایک شاگرد نے چین کا تجارتی سفر کیا اور کچھ قیمتی تحائف اپنے استاذ کی خدمت میں پیش کئے، استاذ نے فرمایا کہ اگر یہ تحفے قبول کروں گا تو آئندہ پڑھاؤں گا نہیں اور پڑھاؤں گا تو یہ تحفے قبول نہیں کر سکتا، (الکفایۃ للخطیب) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) کا حال یہ تھا کہ صرف تیس روپے ماہانہ پر خدمت فرماتے تھے، اس درمیان بعض رئیسوں کی طرف سے تین سو اور پانچ سو روپے ماہانہ پر کام کرنے کی درخواست کی گئی تو آپ نے معذرت کر دی اور فرمایا کہ اللہ کے یہاں ان ہی پیسوں کا حساب دینا مشکل ہے، اگر اور زیادہ پیسے لئے جائیں تو ان کا حساب تو اور بھی دشوار ہوگا۔

مسئلہ صرف پیسوں ہی کے لین دین کا نہیں؛ بلکہ ہر طرح کی نصح وہمدردی کا ہے، ابن جماعہ نے خوب لکھا ہے کہ استاذ کا فرض ہے کہ وہ اپنے لئے جو پسند کرتا ہے وہی اپنے شاگردوں کے لئے پسند کرے اور جو چیز اپنے لئے ناپسند ہے اسے اپنے شاگردوں کے لئے بھی ناپسند سمجھے، (تذکرۃ السامع) استاذ کو اپنے شاگرد سے بے حد محبت ہونی چاہئے اور اسے ہر وقت اس کا خیر خواہ ہونا چاہئے، جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کی ترقی پر خوش ہوتا ہے اور اس کی ناکامی پر کبیدہ خاطر، یہی تعلق ایک استاذ کو اپنے شاگردوں کے ساتھ ہونا چاہئے، یہ تعلق بے غرض اور بے لوث ہو اور پاکیزگی پر مبنی ہو، اگر اساتذہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ طلبہ میں ان کے تئیں وہی احترام نہ پیدا ہو جن کا ذکر ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ تدریس کے لئے کسی شخص کا انتخاب اہلیت اور لیاقت کی بناء پر ہونا چاہئے، نہ کہ تعلقات کی بنیاد پر؛ اس لئے کہ تدریس نہایت ہی اہم اور نازک کام ہے، مشہور بزرگ ابو بکر شبلی سے منقول ہے کہ جو شخص قبل از وقت کسی منصب پر فائز ہو جائے وہ دراصل اپنی رسوائی کے درپے ہے: ''من تصدر قبل أوانه فقد تصدر لهوانه'' (تذکرۃ السامع والمتکلم) اہلیت کا مطلب یہ ہے کہ جس مضمون کی تدریس اس کے حوالہ کی جا رہی ہے، وہ واقعی اس مضمون میں عبور رکھتا ہو اور اپنے اخلاق وعادات کے اعتبار سے بھی انگشت نمائی سے محفوظ ہو۔

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مضمون پر مناسب محنت کرتا ہو اور اس کے مطالعہ وتحقیق میں ارتقاء اور تسلسل ہو کہ اس کے بغیر وہ اپنے طلبہ کو کما حقہ فیضیاب نہیں کر سکتا، وہ اوقاتِ درس کا پابند ہو اور اپنے وقت کو طلبہ کی امانت تصور کرتا ہو، قرآن مجید نے کم ناپنے تولنے کی بڑی مذمت فرمائی ہے اور اہل علم نے لکھا ہے کہ ناپ تول کی کمی میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ وہ ملازمت کے اوقات میں سے کوئی حصہ اپنی ضرورت میں اور مفوضہ کام کے علاوہ کسی اور کام میں خرچ کرے، یہ بھی ایک طرح کی چوری ہے اور ان اوقات کی اجرت اس کے لئے حلال نہیں۔

اساتذہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طلبہ کی نفسیات کا شعور رکھتے ہوں اور عملی زندگی میں اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوں، طالب علم کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کرنا اور اس کی تذلیل کے درپے ہونا نہایت اوچھی بات ہے اور کسی بھی طرح استاذ کے شایان شان نہیں، رسول اللہ ا کا معمولِ مبارک تھا کہ اگر کسی کی غلطی پر ٹوکنا ہوتا تو تنہائی میں توجہ دلاتے اور اگر متعدد افراد کو اس غلطی میں مبتلا دیکھتے تو مجمع عام میں کسی کا نام لئے بغیر مبہم انداز میں توجہ دلاتے؛ چوں کہ مقصود اصلاح ہے نہ کہ انتقام، ایسا بھی ہوا کہ آپ کے بعض نو آموز رفقاء نے مسجد میں پیشاب کر دیا، آپ نے اس پر پانی بہانے کا حکم دیا اور کسی ناگواری کا اظہار کئے بغیر محبت کے ساتھ سمجھانے پر اکتفا فرمایا، بعض طلبہ بظاہر شر پسند ہوتے ہیں؛ لیکن اگر تنہائی میں بلا کر ان کی تفہیم کی جائے اور ان کی ذہانت کو تخریبی کاموں کے بجائے تعمیری کاموں کی طرف موڑ دیا جائے تو بآسانی ان کی اصلاح ہو جاتی ہے اور وہ قوم کے لئے ایک مخلص عنصر ثابت ہو سکتے ہیں۔ اساتذہ کے لئے علمی لیاقت کے ساتھ اخلاقی اقدار بھی نہایت ضروری وصف ہے، استاذ کو اتنا باوقار ہونا چاہئے کہ اس کی ایک نگاہِ درشت سے طلبہ سہم جائیں، اگر اساتذہ خود اخلاقی پستی میں مبتلا ہوں، طلبہ سے سطحی گفتگو کرتے ہوں، ان کے سامنے فحش ہنسی مذاق کیا کرتے ہوں، ان کے کردار کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہو اور ان کی زبان وبیان سے وقتاً فوقتاً سوقیانہ پن اور چھوہڑ پن کا اظہار ہوتا ہو، تو بجا طور پر طلبہ ان کو اپنا بے تکلف دوست سمجھتے ہیں اور استاذ کا درجہ نہیں دیتے؛ کیوں کہ یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان خود کتنا بھی برا ہو، وہ اپنے بزرگوں کو اس سے ماوراء دیکھنا چاہتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ سماج اور قوم کی تعمیر میں اساتذہ کا بڑا رول ہے، وہ نہ صرف طلبہ بلکہ سماج کے لئے بھی قابل احترام ہیں؛ لیکن اسی قدر ضروری یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مقام کو پہچانیں اور جیسے وہ اپنے حقوق کے لئے احتجاج کرنے میں ذرا بھی کوتاہی نہیں برتتے، اسی طرح؛ بلکہ اس سے بڑھ کر وہ اپنے فرائض وواجبات پر بھی نگاہ رکھیں اور خود احتسابی سے بھی غافل نہ ہوں۔

Scanned with CamScanner

ثابت قدم رہنا بہت بڑی نعمت ہے

پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی

دین حق پر چلنے کی توفیق ملنا بڑی قیمتی نعمت ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصیب ہوتی ہے اور اس پر استقامت اس سے بڑی دولت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نوازش سے میسر ہوتی ہے، اس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ استقامت کتنی عظیم نعمت ہے اور دنیا و آخرت میں یہ کتنی قیمتی نعمتوں کا مستحق بناتی ہے یہ حقیقت اس آیت سے واضح طور پر سامنے آتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور انہوں نے اس پر استقامت دکھائی یقیناً ان پر رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور تمھیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے، ہم دنیوی زندگی میں تمھارے رفیق ہیں اور آخرت میں بھی۔ تمھیں اس جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جس کی تم تمنا کروگے اور تمھیں اس میں وہ سب کچھ ملے گا جو طلب کروگے۔ یہ ہے تمھارے لیے ضیافت اللہ غفور رحیم کی جانب سے'' (حم السجدہ:۴۱/۳۰-۳۲)

استقامت کی اہمیت اس حدیث سے مزید عیاں ہوتی ہے۔ ایک صحابی (حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفیؓ) اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام سے متعلق کوئی ایسی بات بتائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور سے اس کے بارے میں مجھے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر قائم رہو (مسلم) استقامت کے لفظی معنی، جیسا کہ معروف ہے، جمنے اور ثابت قدم رہنے، سیدھا رہنے اور سیدھا چلنے کے ہوتے ہیں۔ آیت میں اس لفظ سے کیا مراد ہے، اس کی تشریح احادیث سے ملتی ہے اور مفسرین نے بھی اپنے انداز میں اس کا مفہوم واضح کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک بار منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی اور یہ بھی کہا کہ اللہ کی قسم استقامت اختیار کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ حضرت علی کی تشریح کے مطابق استقامت یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد اس کے عائد کردہ فرائض پابندی سے ادا کیے جائیں (تفسیر الطبری)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں صاحب تفہیم القرآن تحریر کرتے ہیں: ''یعنی محض اتفاقاً کبھی اللہ کو اپنا رب کہہ کر نہ رہ گئے اور نہ اس غلطی میں مبتلا ہوئے کہ اللہ کو اپنا رب کہتے بھی جائیں اور ساتھ ساتھ دوسروں کو اپنا رب بناتے بھی جائیں، بلکہ ایک مرتبہ یہ عقیدہ قبول کر لینے کے بعد ساری عمر اس پر قائم رہے اور اس کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ اختیار نہ کیا اور اپنی عملی زندگی میں بھی توحید کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے''، جدید دور کے بعض علماء نے حم السجدہ کی مذکورہ آیت کی یہ دل نشیں تعبیر پیش کی ہے کہ یہ کہنا کہ ہمارا رب اللہ ہے، اس کا تعلق عقیدے سے ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہنا اس کا تعلق عمل سے ہے۔ درحقیقت دونوں کے ملانے سے ہی دین کی تکمیل ہوتی ہے۔ گویا کہ استقامت ایمان کا حاصل ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں استقامت کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور بلا شبہ یہ وہ خوبی ہے جو اہل اسلام کو دین کی راہ میں ہمیشہ سرگرم رکھتی ہے، دین کی راہ میں آزمائش و مشکلات کے عالم میں ثبات اور استقلال عطا کرتی ہے اور اہل ایمان کو ایمان کے تقاضے پورا کرنے سے غافل نہیں ہونے دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کو بھی اس کی تاکید کی۔ ارشاد ربانی ہے کہ ''پس آپ ثابت قدم رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی (ثابت قدم رہے) جس نے آپ کی معیت میں (اللہ کی طرف) رجوع کیا ہے، اور (اے لوگو!) تم سرکشی نہ کرنا، بیشک تم جو کچھ کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھ رہا ہے'' (ہود:۱۱۲) درحقیقت استقامت کی خوبی میں رچنا بسنا ہر مومن سے تاحیات مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے اہلِ ایمان اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، جیسا کہ تقویٰ کرنے کا حق ہے اور تمھیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلم اور فرماں بردار ہو'' (آل عمران:۱۰۲)

اس سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ قرآن کا مطالبہ صرف یہ نہیں ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں یا جملہ معاملات میں قرآن کو دخیل بنایا جائے یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة (البقرۃ:۲۰۸) اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، بلکہ اس سے آگے اس کا مطالبہ یہ بھی ہے کہ پوری زندگی یہ عمل استقلال کے ساتھ جاری رہے، جیسا مذکورہ بالا آیت بتا رہی ہے۔ حدیث میں اس نیک عمل کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو پابندی سے بلا انقطاع انجام دیا جائے۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک وہ عمل سب سے زیادہ محبوب ہے جو مستقل کیا جائے، گرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو (صحیح بخاری)

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے دل میں ایمان کی کیفیت کے جم جانے کو استقامت ایمانی سے تعبیر کیا ہے اور اس کے دیرپا ثمرات کو استقامت عمل ہے۔ موخر الذکر سے کیا مراد ہے، اس کی وضاحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں: یعنی جس خوبی اور بھلائی کے کام کو اختیار کیا جائے اس پر مرتے دم تک مداومت رہے، اس کو ہمیشہ اور ہر حال میں کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ کبھی کیجیے اور کبھی نہ کیجیے کہ اس سے طبیعت کی کمزوری اور اس کام سے دل کا بے لگاؤ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ نماز پڑھنا انسان کے سب اچھے کاموں میں سب سے اچھا کام ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے تعریف ان مسلمانوں کی کی ہے جو اس پر مداومت رکھتے ہیں۔

اسی ضمن میں یہ ذکر بھی دلچسپی اور اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے خلیفہ اجل مولانا حکیم محمد اختر نے دین پر استقامت کی ضرورت و اہمیت واضح کرتے ہوئے استقامت کی تین اقسام بیان کی ہیں: (۱) استقامت بالعمل (۲) استقامت القلب (۳) استقامت الروح۔ ان کی وضاحت کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں: (۱) استقامت بالعمل کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی نیک کام کیا جائے اس میں حد درجہ اعتدال اور میانہ روی ہو۔ (۲) استقامت القلب سے مراد یہ ہے کہ دل عقائد حقہ پر ثابت قدم رہے، اس میں شرک، ریا، کینہ بغض و عداوت سمیت حرص و طمع، جاہ و منصب اور دنیوی اغراض کا شائبہ تک نہ ہو۔ (۳) روح کی استقامت سے مراد یہ ہے کہ حق کو باطل سے الگ کر دیا جائی اور عمل میں اس پر ثابت قدمی اختیار کی جائے اور یہ استقامت کی سب سے اعلیٰ نوع ہے۔

ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان و عقیدہ پر جمے رہنا اور پوری مستقل مزاجی سے اس کے تقاضوں کو پورا کرنا اور روزمرہ زندگی میں احکام شریعت پر پوری طرح کاربند رہنا استقامت کے لوازمات میں ہے۔ قرآن و حدیث دونوں سے اس کی اہمیت و ضرورت واضح ہوتی ہے۔ اس کی فضیلت اس پہلو سے بھی عیاں ہے کہ استقلال و تسلسل کے ساتھ جاری رہنے والا نیک عمل یا کار خیر اللہ رب العزت کی نگاہ میں بہت پسندیدہ ہے، اس لیے کہ یہ انجام دینے والے اور دوسروں کے لیے بھی باعث منفعت ہے اور خود اس کی شخصیت و سیرت کا آئینہ دار بھی ہے۔ بقول مولانا محمد فارق خاں ''جو عمل ہمیشہ کیا جاتا ہے وہی عمل معتبر ہوتا ہے، اس لیے کہ آدمی کا اصل عمل وہی ہے جس پر وہ قائم رہتا ہے۔ وہی اس کے کردار اور اس کی سیرت کا حقیقی ترجمان ہوتا ہے'' (کلام نبوت)

یہاں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ استقامت ایمانی و استقامت عملی جس قدر فضیلت و عزیمت والا عمل ہے، اسی قدر بہت مشکل اور دشوار گزار ہے۔ یہ حقیقت اس حدیث سے بھی سامنے آتی ہے جس میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا گیا ہے کہ سورہ ہود، سورہ الواقعہ، المرسلات، علم یتساٗ لون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا (جامع ترندی، کتاب التفسیر، باب سورۃ الواقعہ) بعض حضرات نے ایک دوسری حدیث کے حوالہ سے سورہ عود کی آیت: فاستقم کما امرت سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے زیادہ مشقت آمیز حکم پورے قرآن میں کہیں نہیں آیا۔ امام فخر الدین رازی کی رائے میں استقامت اس لیے ایک کٹھن مرحلہ ہے کہ یہ تمام اسلامی عقائد پر مستقل مزاجی سے جم جانے کا نام ہے، جس میں نہ تشبیہ ہو، نہ تعطیل اور نہ ایسے اعمال ہو جن میں تحریف و تغییر کر دی گئی ہو اور نہ کسی قسم کی افراط و تفریط ہو، بلکہ صرف خط مستقیم پر ارتکاز ہو (التفسیر الکبیر)۔

مختصر یہ کہ دلجمعی کے ساتھ ایمان پر ثابت قدم رہنا، پابندی سے فرایض و سنن بجالانا اور روزمرہ زندگی میں احکام شریعت پر پوری طرح عمل پیرا رہنا، یعنی ہر پہلو سے استقامت کا مظاہرہ کرنا جتنا کٹھن مرحلہ ہے اور اس میں جس قدر سخت آزمائش ہے اسی اعتبار سے اللہ رب العزت نے اس کے صلہ میں بیش بہا نعمت، سکون و اطمینان کی لازوال دولت، جنت اور دنیا و آخرت میں اپنی نصرت و تائید کی بشارت فرمائی ہے، جیسا کہ شروع میں نقل کردہ آیات سے واضح ہوتا ہے۔ اس سے ''استقامت کی اہمیت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اس میں ہر طرح کی تکلیفیں و زحمتیں برداشت کر کے استقامت کا مظاہرہ کرنے والوں کے لیے تسلی و تشفی بھی ہے۔

استقامت کی قدر و منزلت اور راہ استقامت کی مشکلات و آزمائشوں پر یہ امر بھی شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کے لیے ہر نماز کی ہر رکعت میں صراط مستقیم پر گامزن رہنے کی دعا (اھدنا الصراط المستقیم) لازم قرار دی ہے۔

حقیقت یہ کہ موجودہ صورت حال میں استقامت یا دین پر ثابت قدمی کی ضرورت اور اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ یہ دور اہلِ ایمان کے لیے بہت آزمائشی ہے۔ شیطان ہر طرف اپنے خوبصورت جال بچھائے ہوئے ہیں، برائی، بے حیائی و فحاشی کی طرف لبھانے کے لیے نت نئے حربے استعمال کیے جا رہے ہیں، انسان نما طاغوتی قوتیں قدم قدم پر اپنا ڈیرا جمائے ہوئے ہیں اور دنیا اپنی روز افزوں زیب و زینت کے ساتھ چہار سو جلوہ گر ہے۔ ایسی حالت میں ایمان اور عمل صالح پر قائم رہنا اور اسلامی احکام و تعلیمات کا اپنے آپ کو پابند بنائے رکھنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ اس لیے دین پر ثابت قدم اور صراط مستقیم پر گامزن رہنے کے لیے ہر ممکن کوشش کے کے ساتھ یہ اشد ضروری ہے کہ اس کے لیے ہم اللہ تعالیٰ سے مسلسل توفیق طلب کرتے رہیں اور یہ قرآنی دعا مانگتے رہیں: انت ولی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین " تو ہی دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے اسلام پر وفات دے اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا۔'' (یوسف:۱۰۱) واقعہ یہ کہ ہمیں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصیب ہوتا ہے اور اس کی عنایت سے استقامت ایمانی اور اعمال صالحہ کی توفیق میسر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین حق اور اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر استقامت نصیب فرمائے اور ہماری دعاؤں کو قبولیت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد اسعد الله قاسمی نالندوی

جرمنی: متعدد صنعتوں میں کارکنوں کی جانب سے ہڑتالیں

آئی جی میٹل کے مطابق شمال مغربی جرمنی کے شہر اوسنابروک میں فوکس واگن (وی ڈبلیو) کے پلانٹ میں 250 کارکنوں نے ہڑتال کی ہے، ہلڈیشیم میں بھی کئی کمپنیوں کے تقریباً 400 کارکنوں نے رات کے وقت ہڑتال شروع کی، جرمنی کے آٹومیٹو اور دیگر مینوفیکچرنگ سیکٹرز میں تقریباً 3.9 ملین کارکنوں کی تنخواہوں اور دیگر شرائط پر اجتماعی بات چیت کے درمیان یہ ہڑتالیں کی جارہی ہیں، جرمن کمپنی آئی جی میٹل کے مذاکرات کار اور ڈسٹرکٹ مینیجر تھروسٹین جارج نے ہنوور میں کمپنی کے تقریبا 200 ملازمین کی ہڑتال کے حوالے سے کہا، "حقیقت یہ ہے کہ پروڈکشن لائنیں اب ٹھپ ہوگئی ہیں اور دفاتر خالی ہیں، یہ آجروں کی ذمہ داری ہے "انہوں نے مزید کہا کہ "اگر ہمارے ساتھیوں کے لیے مذاکرات کی میز پر کوئی اچھا حل نہیں نکل سکتا تو ظاہر ہے کہ دیگر اقدامات کرنے ضروری ہیں" (ڈی ڈبلیو)

لبنان میں ساٹھ روزہ فائر بندی کے لیے امریکی کوششیں

امریکی مذاکرات کار اس کوشش میں ہیں کہ اسرائیل اور ایرانی حمایت یافتہ لبنانی شیعہ عسکری تنظیم حزب اللہ کے درمیان ساٹھ روزہ فائر بندی معاہدے تک پہنچا جائے، خبر رساں ادارے روئٹرز نے اپنے ذرائع کے حوالے سے بتایا ہے کہ دو ماہ کا عرصہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی سن 2006 میں منظور کردہ قرارداد سترہ سو ایک پر مکمل عمل درآمد کے لیے استعمال کیا جائے گا، اس قرارداد کے تحت جنوبی لبنان کے علاقے میں صرف سرکاری فورسز کو ہتھیار رکھنے کی اجازت دی گئی تھی، بیروت میں قائم امریکی سفارت خانے کی ترجمان سما حبیب کے مطابق "ہم زور دے کر یہ بات کر رہے ہیں کہ قرارداد سترہ سو ایک پر مکمل عمل درآمد ہو اور اسرائیلی اور لبنانی شہری اپنے سرحد کے دونوں جانب اپنے گھروں کو واپس لوٹ سکیں (ڈی ڈبلیو)

جنوب مشرقی اسپین میں سیلاب، کم از کم اکیاون افراد ہلاک

اسپین کے جنوب مشرقی علاقے ویلنسیا میں حکام کا کہنا ہے کہ موسلا دھار بارشوں اور ان کے نتیجے میں سیلاب کے بعد کم از کم اکیاون افراد ہلاک ہو گئے ہیں، علاقائی حکومت کے سربراہ کارلوس مازون نے بدھ کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ بہت سے لوگ ابھی تک ناقابل رسائی بن جانے والے علاقوں میں پھنسے ہوئے ہیں، خیال رہے کہ اس پریس کانفرنس سے چند گھنٹے قبل مازون نے کہا تھا کہ اسپین کے سیلاب زدہ مشرقی علاقے ویلنسیا میں امدادی کارکنوں کو کئی لاشیں ملی ہیں، مازون نے کہا، "لاشیں مل گئی ہیں؛ لیکن اہل خانہ کے احترام کے پیش نظر، ہم مزید کوئی ڈیٹا فراہم نہیں کریں گے۔" (ڈی ڈبلیو)

امریکی انتخابات: ووٹ کیلئے انگلش کے ساتھ اردو زبان میں بھی بیلٹ پیپر کی ہوگی دستیابی

امریکہ میں ہونے والے صدارتی انتخابات میں اب انگلش کے ساتھ اردو میں بھی بیلٹ پیپرز دستیاب ہوں گے، امریکہ میں 5 رنومبر کو صدارتی انتخابات ہونے جارہے ہیں جن کے لیے بہت سی ریاستوں میں قبل از وقت ووٹنگ کا آغاز بھی ہو چکا ہے، خبر کے مطابق امریکی انتخابات میں انگلش کے ساتھ ساتھ اب اردو زبان میں بھی بیلٹ فراہم کی جارہی ہیں، اردو زبان میں بیلٹ پیپر کی سہولت انگریزی زبان نہ سمجھنے والوں کے لیے ہے اور امریکی قانون انگریزی نہ سمجھنے والوں کو رائے دینے کا حق فراہم کرتا ہے، شکاگو بورڈ آف الیکشنز کے مطابق ہر پولنگ اسٹیشن پر ٹچ اسکرین ووٹنگ مشین اور آڈیو بیلٹ بھی موجود ہوگی جب کہ شکاگو کے مختلف پولنگ اسٹیشنز پر اردو میں بھی بیلٹ پیپر دستیاب ہوں گے، شکاگو بورڈ آف الیکشن کا یہ بھی کہنا ہے کہ ووٹ ڈالنے کے لیے ووٹرز اپنے ساتھ ترجمان بھی لا سکتے ہیں (ایجنسی)

افغانستان کے وزیر خارجہ کی کابل میں موٹر سائیکل چلانے کی ویڈیو وائرل

افغانستان کی عبوری حکومت کے وزیر خارجہ کی کابل میں موٹر سائیکل پر سوار ایک ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی ہے، جس کے بارے میں لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ویڈیو ظاہر کرتی ہے کہ طالبان کے دور میں سکیورٹی بہتر ہے، عرب نیوز کے مطابق وزارت خارجہ کے حکام نے تصدیق کی ہے کہ اس ہفتے شوٹ کی گئی ویڈیو میں امیر خان متقی کو افغان دارالحکومت کے وزیر اکبر خان علاقے میں غروب آفتاب کے بعد سواری کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، جس گلی میں وہ موٹر سائیکل چلا رہے تھے وہ ارگ صدارتی محل سے ایک کلومیٹر سے بھی کم فاصلے پر ہے، جہاں ملک کی عبوری حکومت کے اجلاس منعقد ہوتے ہیں۔ (الجزیرہ)

جاپان میں انتخابات، خواتین نے ریکارڈ تعداد میں نشستیں جیتیں

جاپان کے انتخابات میں اس مرتبہ خواتین نے ریکارڈ تعداد میں ایوان زیریں کی نشستیں جیتی ہیں، جاپان کے نشریاتی ادارے این ایچ کے نے کہا ہے کہ خواتین نے ایوان زیریں کی 465 نشستوں میں سے 73 حاصل کی ہیں، ملک کے 2021 کے انتخابات میں تقریباً 45 خواتین ایوان زیریں کے لیے منتخب ہوئی تھیں، خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق جاپانی نشریاتی ادارے اور دیگر میڈیا کے اداروں نے رپورٹ کیا تھا کہ ریکارڈ تعداد میں خواتین الیکشن میں حصہ لے رہی ہیں جو کہ امیدواروں کا چوتھائی حصہ ہیں، جاپان کی سیاست اور کاروباری شعبے میں خواتین بہت کم تعداد میں ہیں، ورلڈ اکنامک فورم کے 2024 کی جینڈر گیپ رپورٹ میں جاپان 146 میں سے 118 ویں نمبر پر تھا، وزیر اعظم شیگیرو ایشیبا کی 20 رکنی کابینہ میں صرف دو خواتین ہیں، گزشتہ ماہ نو یوتھ نو جاپان کی سربراہ موموکو نو جو نے کہا تھا کہ جاپان کی سیاسی جماعتوں میں مرد ہیں اور ان کے ذہن کھلے نہیں ہیں، اس لیے خواتین امیدواروں کو تلاش کرنا مشکل ہے (الجزیرہ)

تعلیم و روزگار

UPSSSC لکھنؤ نے ہیلتھ ورکر (خواتین) کی 5272 اسامیوں کے لیے درخواست مطلوب

اتر پردیش ماتحت خدمات سلیکشن کمیشن (UPSSSC)، لکھنؤ نے ہیلتھ ورکر (خواتین) کی 5272 اسامیوں پر بحالی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس بحالی مہم کے تحت 4892 (جنرل سلیکشن) اور 380 (خصوصی انتخاب) اسامیاں پُر کی جائیں گی، منتخب امیدواروں کو محکمہ خاندانی بہبود کے ڈائریکٹوریٹ جنرل میں تعینات کیا جائے گا، اس کا اشتہار نمبر ہے- Exam-11 / 2024۔ آن لائن درخواست کا عمل 28 راکتوبر 2024 سے شروع ہوگیا ہے، تمام قسم کے ریزرویشن کا فائدہ صرف اتر پردیش کے اصل باشندوں کو دیا جائے گا، دیگر ریاستوں کے تمام زمروں کے امیدوار غیر محفوظ زمرے میں درخواست دے سکتے ہیں، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 27 نومبر 2024 ہے، درخواست کی فیس 25 روپے ہے، آن لائن پروسیسنگ فیس تمام زمروں کے امیدواروں کے لیے ہے، درخواست فیس کی ادائیگی کی آخری تاریخ: 04 دسمبر 2024 ہے، مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ: www.upsssc.gov.in یا ہیلپ لائن نمبر: 0522-2720814 کی مدد لیں۔

گروپ-سی کے 613 عہدوں پر بحالی کے لیے درخواستیں طلب

اتراکھنڈ پبلک سروس کمیشن (UKPSC) نے سیکنڈری ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں لیکچرر (گروپ-C) کے 613 عہدوں پر بحالی کے لیے درخواستیں طلب کی ہیں، اس کا اشتہار نمبر ہے- A-3/S-1/DR/(L.I.C)/2024۔ تمام قسم کے تحفظات کے فوائد صرف اتراکھنڈ ریاست کے اصل باشندوں کو ہی دستیاب ہوں گے۔ دیگر ریاستوں کے امیدواروں کو عام زمرہ میں شمار کیا جائے گا۔ مرد اور خواتین امیدوار آن لائن درخواست دے سکتے ہیں، درخواست دینے کی آخری تاریخ 07 نومبر 2024 ہے۔

(ایمس) آندھرا پردیس میں 63 عہدوں کے لئے درخواست دیں

آل انڈیا انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنس (ایمس) منگلگری آندھرا پردیش میں سینئر ریزیڈنٹ/ڈمانسٹریٹر کی 63 اسامیاں خالی ہیں، اہل اور خواہش مند امیدوار اس کی ویب سائٹ پر وزٹ کر کے مزید معلومات حاصل کر سکتے ہیں، معلومات کے بعد گوگل پر جا کر گوگل فارم پُر کریں، مکمل شدہ فارم اور منسلک دستاویزات کے انٹرویو کے لئے دئے گئے پتہ کے مطابق مقررہ تاریخ پر پہونچیں، انٹرویو کے لیے طے شدہ تاریخ 07 نومبر 2024 اور مقام ''ایڈمن اینڈ لائبریری بلڈنگ، ایمس، منگلگری، ضلع گنٹور آندھرا پردیش 522503 ہے، ویب سائٹ www.aiimsmangalagiri.edu.com، درخواست کی فیس 1500 روپئے ہے؛ البتہ ایس سی رایس ٹی زمرے کے امیدواروں کے لئے 1000 اور معذور کے لئے کوئی فیس نہیں ہے۔

UPSC کے ذریعے 457 آسامیوں پر بحالی ہوگی

یونین پبلک سروس کمیشن (UPSC) انجینئرنگ سروسز ایگزامینیشن-2025 کے 457 عہدوں پر بحالی کرے گا، اس کے لئے آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 22 نومبر 2024 ہے، درخواست کی فیس 200 روپے ہے؛ البتہ SC / ST زمرہ، خواتین اور معذوروں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، ادائیگی آن لائن/آف لائن کرنی ہوگی، مزید معلومات اس ویب سائٹ: upsconline.nic.in پر ہے۔

میڈیکل آفیسرز کی 345 آسامیوں پر تقرری

انڈو تبت بارڈر پولیس فورس (ITBP) سپر اسپیشلسٹ میڈیکل آفیسر 345 عہدوں پر بحالی کرے گا، اس کے لئے اہل اور خواہش مند امیدواروں سے 14 نومبر 2024ء تک آن لائن درخواست طلب کی گئی ہے، اس کے لئے درخواست کی فیس 400 روپے ہے، SC / ST زمرہ اور خواتین کے لیے کوئی فیس نہیں ہے، فیس کی ادائیگی آن لائن موڈ کے ذریعے کرنی ہوگی، مزید معلومات اس ویب سائٹ www.itbpolice.nic.in پر موجود ہے۔

سائنٹسٹ-بی کی 75 اسامیوں پر بحالی ہوگی

نیشنل ٹیکنکل ریسرچ آرگنائزیشن نے سائنسدان 'B' کے 75 عہدوں کے لئے اہل امیدواروں سے درخواست طلب کی ہے، انتخاب گیٹ سکور/تحریری ٹیسٹ/ انٹرویو کی بنیاد پر ہوگی، درخواست کی فیس 250 روپے ہے، جس کی ادائیگی آن لائن موڈ کے ذریعے کرنی ہوگی، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 08 نومبر 2024 ویب سائٹ: welcome.do/ntro.gov.in سے مزید معلومات حاصل کی جاسکتی ہے۔

میڈیکل کالج کو 49 اسسٹنٹ کی ضرورت ہے

لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج، نئی دہلی میں اسسٹنٹ پروفیسر کے 49 عہدوں کے لئے انٹرویو کی تاریخ 11 نومبر سے 17 نومبر 2024 مقرر ہے، انتخاب واک ان انٹرویو کی بنیاد پر ہوگا، درخواست کی فیس کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے، ویب سائٹ- lhmc-hosp.gov.in ہے۔

کھیل کوٹے کے تحت 31 عہدوں پر بحالی کے لئے درخواست مطلوب

ریلوے بحالی سیل (آر آر سی) جنوب پچھم ریلوے نے اسپورٹ پرسن کے 31 عہدوں کے لئے بذریعہ ڈاک درخواست طلب کیا ہے، اس کی آخری تاریخ 19 رنومبر 2024 ہے، درخواست کی فیس 500 روپئے، ایس سی ایس ٹی، خواتین اور معذور امیدواروں کے لئے 250 روپئے ہے، جس کی ادائیگی آن لائن کرنی ہوگی، مزید معلومات کے لئے اس ویب سائٹ swr.indianrailways.gov.in پر جائیں۔

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

حضرت امیر شریعت کی قیادت میں اڈیشہ کے وفد کی جوائنٹ پارلیمانی کمیٹی سے ملاقات

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ساتھ میٹنگ میں بورڈ کے دیگر اہم ذمہ داران اور اڈیشہ کی متعدد ملی تنظیموں کے سربراہان بھی شریک، وفد کا وقف ترمیمی بل کو یکسر مسترد کرنے کا مطالبہ

مورخہ 28 اکتوبر 2024 کو وقف ترمیمی بل 2024 پر اپنا مؤقف پیش کرنے کے لیے مشترکہ پارلیمانی کمیٹی نے امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر وسکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی قیادت میں اڈیشہ کے وفد کو موقع دیا، یہ میٹنگ پارلیمان کی میٹنگ ہال میں منعقد ہوئی۔ وفد کی قیادت حضرت امیر شریعت نے کیا، وفد میں قاضی محمد صبغت اللہ داؤد قاسمی صاحب قاضی شریعت امارت شرعیہ کٹک، جناب کمال فاروقی صاحب ایگزیکٹو ممبر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، مفتی محمد ابرار صاحب سکریٹری جمیعت علماء کٹک، مفتی سعید انور سالم صاحب رکن ہیومن رائٹ کاؤنسل، مفتی محمد ثاقب صاحب جماعت اسلامی کٹک، محمد مظہر ارشد صاحب قومی صدر انڈین ہیومن رائٹس، جناب حامد ولی فہد رحمانی صاحب رکن مشاورتی کمیٹی امارت شرعیہ، مولانا عبدالسبحان قاسمی صاحب رکن مشاورتی کمیٹی امارت شرعیہ اور حافظ محمد احتشام عالم رحمانی صاحب رکن مشاورتی کمیٹی امارت شرعیہ شریک تھے، میٹنگ میں جے پی سی کے چیئرمین اور اراکین موجود تھے۔ سب سے پہلے حضرت امیر شریعت نے وفد میں موجود تمام لوگوں کا تعارف کروایا۔ اس کے بعد انہوں نے تفصیل کے ساتھ وقف کی آئینی اور شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی اور واضح کیا کہ یہ بل سپریم کورٹ کے متعدد فیصلوں، عرف اور آئین میں دی گئی مذہبی امور کی آزادی کے خلاف اور دستور کی روح سے متصادم ہے انہوں نے مثال دیتے ہوئے کئی دفعات کا ذکر کیا اور ان کا حوالہ دے کر جے پی سی کو سمجھانے کی کامیاب کوشش کی، ساتھ ہی ساتھ ملک کے مسلمان اور امن پسند شہریوں کی بے چینی سے بھی جے پی سی کو باخبر کیا اور صاف لفظوں میں کہا کہ وقف ترمیمی بل 2024 نہایت ہی تکلیف دہ اور پریشان کن ہے اور اس سے ملک میں بڑی بے چینی پیدا ہوگئی ہے لہذا جے پی سے اس بل کو مکمل طور پر مسترد کرنے کی تجویز پیش کرے تا کہ بےچینی ختم ہو اور دستور پر اعتماد باقی رہے، جس پر جے پی سی کی طرف سے کئی سوالات کئے گئے جن کا وفد کے قائد امیر شریعت اور وفد کے شرکاء نے اطمینان بخش جواب دیا، اور پھر امیر شریعت نے بھی جے پی سی سے متعدد بنیادی و اصولی سوالات کئے اور متعدد خدشات کا وضاحت کے ساتھ اظہار کیا، جس پر جے پی سی کی طرف سے سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کی گئی اور خدشات کو سنجیدگی سے لیا گیا، اس کے ساتھ ہی حضرت امیر شریعت نے تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے مجوزہ ترامیم کے ممکنہ منفی اثرات کا جائزہ پیش کیا اور فرمایا کہ اس کے منفی اثرات نہ صرف مسلم برادری بلکہ ملک کی دیگر مذہبی برادریوں کے مذہبی، ثقافتی املاک اور حقوق پر مرتب ہو سکتے ہیں، خاص طور پر آئین کی دفعات 14، 15، 25، 26 اور 300 کی خلاف ورزیوں، عدالتی اصولوں کے نظر انداز کرنے، اور مذہبی خود مختاری کے خاتمے پر بات کی گئی۔ سپریم کورٹ کے مشہور فیصلے جیسے شیرور منہ کیس (1954) یونین آف انڈیا بمقابلہ از گاندھی (2010) اور ایل چندرا کمار بمقابلہ یونین آف انڈیا (1997)، نے مذہبی وقفوں کے تحفظ کے حوالے سے مضبوط اصول متعین کیے ہیں، جو ان ترامیم کے باعث خطرے میں ہیں، یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ یہ ترامیم آئندہ کے لئے خطرناک نظیر قائم کرسکتی ہے جس کا نقصان دوسری مذہبی برادریوں کو بھی اٹھانا پڑے گا، اور ملک کا سیکولر ڈھانچہ بکھر کر رہ جائے گا، ان تشویشات کی بنیاد پر بھی ہم لوگ جے پی سی سے ایک بار پھر مطالبہ کرتے ہیں کہ جے پی سی آئین و قانون، اور کثرت میں وحدت جیسے رواداری کو فروغ دینے والے نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے غور کرے اور مجوزہ ترامیم کو مسترد کرنے کی تجویز پیش کرے۔ تا کہ وقف املاک اور مختلف مذاہب کے انڈومنٹس کی خود مختاری محفوظ رہے اور آئینی حقوق کی پامالی نہ ہو، واضح رہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی آواز پر امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ و مغربی بنگال نے وقف ترمیمی بل کے خلاف سلسلہ وار مہم چلائی۔ امارت نے سب سے پہلے جے پی سی کو عوامی رائے بھیجنے میں بورڈ کو بھرپور تعاون دیا اور امارت کے بنائے ہوئے نظام کے تحت جے پی سی کو 3 کروڑ 65 لاکھ 71 ہزار 9 سو 63 رائے بورڈ کے پلیٹ فارم سے بھیجے گئے۔ اس کے بعد مرحلہ وار کئی طریقوں سے مہم چلائی اور چلا رہی ہے مثلا بل کو مسترد کرانے اور وقف کو سمجھانے کیلئے سیاسی جماعتوں سے ملاقات، پٹنہ کے باپو سبھا گار آڈیٹوریم میں عظیم الشان کانفرنس، تحفظ اوقاف کے متعدد ورکشاپ، پنچایتوں تک مہم کو پہونچانے کی تحریک اور ڈی ایم کو میمورنڈم دینے کا سلسلہ وغیرہ، ڈی ایم کو میمورنڈم دینے کے سلسلہ کے دوران حضرت امیر شریعت کی ہدایت پر اڈیشہ کے شہر کٹک کے قاضی جناب مولانا صبغت اللہ صاحب نے جے پی سی کی رکن اور اڈیشہ سے ہی رکن پارلیمان اپراجیتا سارنگی سے ملاقات کر کے انہیں میموریڈم پیش کیا اور بل کی مخالفت کر کے آئین کی حفاظت میں حصہ دار بننے اور آپسی بھائی چارگی کے فروغ میں کردار ادا کرنے کی گزارش کی۔ انہوں نے میموریڈم اور گزارش قبول کیا ساتھ ہی کہا کہ وہ جے پی سی کے چیئرمین بلکہ تمام ممبران سے وقت لے کر ان سے امارت شرعیہ کے ذمہ داروں کی ملاقات کرائیں گی۔ اسی وعدے کے تحت انہوں نے مورخہ 28 اکتوبر کو جے پی سی ممبران سے امارت شرعیہ کے ذمہ داروں کی کامیاب اور کارآمد ملاقات کروائی۔ یہ میٹنگ انتہائی خوشگوار فضاء میں اطمینان بخش طریقے سے اختتام پذیر ہوئی۔

وفاق مدارس اسلامیہ کی تعلیم و تربیت کو معیاری اور مؤثر بنانے کے لیے سرگرم عمل۔ حضرت امیر شریعت

وفاق کی امتحان کمیٹی کی میٹنگ اہم فیصلوں کے ساتھ اختتام پذیر

وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ کے امتحان کمیٹی کی میٹنگ زیر صدارت حضرت امیر شریعت مفکر ملت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صدر وفاق المدارس الاسلامیہ کی منعقد ہوئی، جس میں امتحان کمیٹی کے ارکان اور ان کے نمائندوں نے شرکت کی، چنانچہ مدرسہ اسلامیہ شکر پور بھرواره در بھنگہ سے مولانا محمد سراج، مدرسہ امدادیہ لہیر یا سرائے در بھنگہ سے صدر مدرس مولانا محمد نور الہدی، جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور سے مفتی جاوید اختر صاحب، مدرسہ عارفیہ سنگرام مدھوبنی سے مفتی انوار احمد صاحب ناظم امتحان وفاق المدارس الاسلامیہ اور مدرسہ چشمہ فیض ململ سے مولانا مبارک صاحب شریک ہوئے، دفتر امارت شرعیہ سے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی قاسمی، قاضی شریعت مولانا انظار عالم قاسمی، مفتی امارت شرعیہ مفتی سعید الرحمٰن قاسمی نائب ناظم امتحان وفاق، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے شرکت فرمائی، شرکاء نے امتحان کے صاف وشفاف انعقاد، تاریخ امتحان، سوالات کی ترتیب وتعدیل، کاپیوں کی ترسیل اور جوابی کاپی کی جانچ سے متعلق امور پر تبادلہ خیال کیا اور مفید مشورے دیئے، طے پایا کہ اس بار وفاق کے سالانہ امتحان کا انعقاد ۴ رفروری سے گیارہ ۱۱ رفروری تک کرایا جائے، ہر کتاب کے سوالات دودو اساتذہ سے تیار کرائے جائیں، وفاق سے ملحق مدارس سے نظام الاوقات کی کاپی طلب کی جائے تا کہ اس کی روشنی میں محافظ اور ممتحن کی تعیین کی جاسکے، ممتحن اور محافظ کے لیے پورے امتحان کے ایام میں شرکت کو لازمی قرار دیا جائے، امتحان فیس جو بہت ہی معمولی ہے اس کو اگر مدارس والے رجب تک فراہم کرا دیں تو امتحان کے نظام کو چلانے میں مالی دشواریوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، میٹنگ کے اختتام سے قبل حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ وفاق المدارس مدارس اسلامیہ کے تعلیمی و تربیتی نظام کو معیار اور مؤثر بنانے کے لیے سرگرم عمل ہے، اس سے مقدار خواندگی کی تکمیل ہو رہی ہے، نظام تعلیم، نظام امتحان اور نصاب تعلیم میں یکسانیت پیدا کرنا اس کا اصل ہدف ہے، انہوں نے بہت سارے مفید مشورے دیے اور فرمایا کہ اس پورے نظام کو پرکشش بنانے اور اس کے ہدف کے حصول میں وفاق سے ملحق مدارس کی سرگرم حصہ داری ضروری ہے۔ مرکزی دفتر سرگرم اور فعال ہو اور ملحقہ مدارس ان ہدایات کو بروئے کار نہ لائیں جو مختلف موقعوں سے دیا جاتا ہے تو وفاق کا خاطر خواہ فائدہ مدارس اسلامیہ کو نہیں مل سکے گا، ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ مدارس کے ذمہ داروں کی ایک بیٹھک ہو جس میں مدارس کی درجہ بندی اور گریڈنگ کا نظام مرتب کیا جائے، اس کام کے لیے حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے ناظم وفاق مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی کو ہدایت دی کہ وہ مدارس کی گریڈنگ کا خاکہ تیار کریں۔ میٹنگ کا آغاز وفاق کے رفیق کار مولانا محمد سعید کریمی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، مولانا مفتی سعید الرحمٰن نے سابقہ کارروائی کی خواندگی، امتحان سے متعلق گذشتہ سال کی تفصیلات ذکر کرنے کے ساتھ میٹنگ کی کارروائی چلائی، ناظم وفاق مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نے امتحان اور وفاق کی سرگرمیوں سے متعلق تفصیلات بیان کیں، حضرت امیر شریعت کی دعا اور ناظم وفاق کے شکریہ کے ساتھ میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

ایم ایس ایم ہسپتال میں ایڈز آگاہی پروگرام

امارت شرعیہ کے زیر نگرانی چلنے والے MSM اسپتال میں **"جانکاری ہی بچاؤ" کے تحت** ایک روزہ ایڈز آگاہی تربیتی پروگرام کا انعقاد متھلیس کمار پانڈے (اے ڈی آئی سی ٹی سی) بے ایس اے سی ایس کی صدارت میں کیا گیا، اس موقع پر ہسپتال کے سکریٹری ڈاکٹر سید یاسر حبیب، میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر نثار احمد، اور منیجر خورشید پروین نے متھلیش کمار پانڈے کو گلدستہ پیش کر پرجوش استقبال کیا، اس موقع پر اسپتال کے سکریٹری ڈاکٹر سید یاسر حبیب نے کہا کہ امارت شرعیہ کے قیام کا مقصد ہی لوگوں کا فلاح کرنا ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ امارت شرعیہ کے ذریعہ ہر طرح کے فلاحی کاموں سے لوگوں کو فائدہ پہونچے، امارت شرعیہ پھلواری شریف جس طرح دیگر شعبوں میں کام کرتا ہے اسی طرح کئی سالوں سے صحت کے شعبے میں بھی کام کر رہا ہے، امارت شرعیہ کا ایک بڑا ہسپتال مولانا سجاد میموریل پھلواری شریف میں قائم ہے جہاں مریضوں روزانہ مریضوں کا مفت یا آسان علاج کیا جاتا ہے، جس طرح دواؤں کے ذریعہ بیماری کو ختم کرنے اور اس سے بچاؤ کے طریقے بتائے جاتے ہیں، اس سلسلے میں ایک اہم پروگرام ایڈس بچاؤ پروگرام کا آغاز ہسپتال امارت شرعیہ کے ذریعہ کیا گیا، جس میں پٹنہ سول سرجن آفس کے عہدیداروں، ماہر ڈاکٹروں، مولانا سجاد میموریل اسپتال پھلواری شریف کے ذمہ داران نے سماج کے مختلف نمائندوں کو بلا کر اس کی اہمیت بتائی اور سمجھایا کہ جس طرح ڈاکٹر زاپنے علم کے ذریعہ مریضوں کو شفا پہونچانے کا کام کرتے ہیں، اسی طرح آپ کے ہاتھ میں بھی اللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے، اگر آپ مستعد رہیں تو بہت سارے امراض خصوصاً ایڈز سے بچنے کی ترکیب رکھی ہے، آپ حضرات جس بلیڈ کو ایک مرتبہ استعمال کرتے ہیں دوبارہ اسے استعمال نہ کریں، تولیہ کی صفائی، استرے اور کنگھی کی صفائی اور خود اپنے ہاتھ اور ناخن کی صفائی کا اہتمام کریں۔

Scanned with CamScanner

مسلم دشمنی پر منحصر اقتدار

بے نام گیلانی

کہا جاتا ہے کہ عہد حاضر میں سیاست سے گندی کوئی شئے نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ آج شریف النفس انسان سیاسی میدان عمل سے فاصلے بنائے رکھنے میں ہی خیر تصور کرتا ہے۔ اس کا خاص سبب یہ ہے کہ سیاست اب ان کے بس کا روگ رہا ہی نہیں۔ پہلے سیاسی میدان عمل میں گاؤں یا شہر کے معزز و اعلیٰ قدر اور معروف و مقبول انسان ہی حصہ لیا کرتے تھے۔ بدکردار اور مجرمانہ ذہن کے انسان کے لئے یہ شئے شجر ممنوعہ تھی۔ پہلے اہل سیاست کی معاشرے میں بہت عزت و قدر ہوا کرتی تھی اور ہر شخص ان کی باتیں توجہ سے سنتا تھا نیز ان باتوں پر عمل کرتا تھا۔ جس کا ماحصل یہ ہوتا تھا کہ معاشرہ پر امن رہتا تھا۔ قانونی چارہ جوئی کا نام ونشان نہیں ہوا کرتا تھا۔ معاشرے میں خواتین کی عصمت وعفت محفوظ تھی۔ ہر ہاتھ کو کام تھا، ہر ذہن پر سکون تھا۔ نہ مذہبی منافرت تھی اور نہ ہی باہمی نفاق کا نام ونشان تھا۔ لیکن افسوس وہ دن اب خواب وخیال ہو کر رہ گئے ہیں۔ عہد حاضر میں اول تو ایسی با اثر شخصیت کا ہی فقدان ہے۔ اگر کوئی ہے بھی تو اب اس کی سننے والا کوئی نہیں ہے۔ سب کے سب خود ہی خدا قائد بیٹھے ہیں۔ بڑے چھوٹے کسی کا کوئی خیال و لحاظ نہیں ہے۔ ایسے میں معاصر سیاست کا اونٹ بھی کوئی ایک کروٹ نہیں بیٹھتا ہے۔ اب جہاں ظرف وضمیر کا سودا لمحوں میں ہو رہا ہے۔ ایمان و یقین کی کوئی قدر و اہمیت وضرورت نہیں رہ گئی ہے، جہاں خودداری و حیاداری کا بالکل ہی جنازہ اٹھ چکا ہے، جہاں انسانیت سے زیادہ انسانیت سوزی میں لطف آتا ہے۔ وہاں کا حال کیا اور مستقبل کیا۔ وطن عزیز میں ایسے سیاستدانوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ تجربات ومشاہدات کے مطابق ناچیز یہ کہنے کو مجبور ہے کہ یہ روگ تمام سیاسی جماعتوں سے منسلک سیاستدانوں میں موجود ہے۔ ہاں اتنا امتیاز ضرور ہے کہ کسی میں کم اور کسی میں کچھ زیادہ ہے۔ برسر اقتدار سیاسی جماعت بی جے پی اور آر ایس ایس والوں کے زیر تسلط بی جے پی کی جب مرکز میں حکومت تشکیل پائی تو آر ایس ایس والوں کی گویا باچھیں کھل اٹھیں۔ ایک صدی کے زبردست انتظار کے بعد اسے اقتدار حاصل ہوا۔ یوں تو آر ایس ایس سیاست میں کھل کر کبھی نہیں آیا۔ بلکہ وہ اپنی ذیلی تنظیموں کے ذریعہ تمام سیاسی کھیل کھیلتا رہا۔ کیونکہ گاندھی کے قتل کے بعد آر ایس ایس وزیر داخلہ وقت ولبھ بھائی پٹیل نے اس پر پابندی عائد کر دی تھی۔ پھر بہت ہی آرزو منت کے بعد آر ایس ایس نے ایک حلف نامہ تحریر کر کے پٹیل کے سامنے پیش کیا کہ اب وہ مستقبل میں کبھی سیاست میں مداخلت نہیں کریگا۔ بلکہ وہ صرف ایک تہذیبی وثقافتی جماعت کے طور پر اپنے وجود کو فعال ومتحرک رکھے گا۔ اب وہ صرف ہندوؤں کے مذہبی امور اور ہندو تہذیب کی پہریداری کرتا رہیگا۔ یہی سبب ہے کہ آر ایس ایس راست طور پر کبھی سامنے نہیں آیا۔ تاہم جب سے بی جے پی برسر اقتدار آئی ہے اور اپنی حکومت تشکیل دی ہے۔ تب سے نہ اسے اس حلف نامہ کے الفاظ یاد رہے اور نہ ہی کسی سے کیا ہوا کوئی وعدہ۔ وہ اپنے قدیم ایجنڈے پر پوری طرح عمل پیرا ہو گیا۔ اس کا ایجنڈا کیا ہے۔ صرف اور صرف مسلم اور اسلام دشمنی جو اسے اس کے گرو گرو گولولکر اور ساورکر اسے پاٹھ پڑھا کر چلے گئے۔ ان لوگوں کو صرف ایک ہی فکر ستاتی رہتی ہے کہ ہر مذہب کے علمبرداروں کا اپنا ملک ہے۔ لیکن سو کروڑ کی تعداد والی قوم ہندو کا اپنا ایک بھی ملک نہیں ہے۔ یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ انہیں ایک ہندو ملک کی شدید ضرورت ہے۔ لیکن کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ دنیا کے کس عیسائی ملک میں صرف عیسائیوں کو ہی قیام کا حق حاصل ہے اور کسی بھی مذہب کے پیروکاروں کو نہیں۔ امریکہ، انگلینڈ، جرمنی فرانس حتیٰ کہ روم میں بھی ایسا کوئی آئین نہیں ہے۔ یا پھر مسلم ممالک کو ہی لے لیا جائے۔ سعودی عرب، یو اے ای، ایران وغیرہ میں بھی ایسا نہیں ہے کہ وہاں صرف مسلمان ہی ہوں۔ اسی ہندوستان کے کئی غیر مسلم نہ صرف وہاں موجود ہیں بلکہ وہاں کام کر کے دولت حاصل کر رہے ہیں۔ اس پر نہ ان مسلم ممالک کے حکمران کو کوئی اعتراض ہے اور نہ ہی وہاں کے مسلم شہریوں کو۔ ان ممالک میں دوسرے مذہب کے پیروکار پرامن و پرمسرت زندگی گزار رہے ہیں۔ تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ خود آر ایس ایس کا استاد اور بی جے پی کا رہنمائے اعلیٰ اور مسلم دشمنی میں عالمی طور پر سر فہرست یہودی ملک اسرائیل میں بھی 30% مسلمان ہیں اور ان پر وہاں کی صیہونی حکومت کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ اسرائیلی فوج میں مسلمان جوان بھی شامل ہیں اور کئی اعلیٰ عہدے پر بھی فائز ہیں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ اسرائیل کا ایک مسلم سرجنٹ مارا گیا جس کا نام یوسف تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملک سے وفاداری میں نہ مذہب مانع ہوتا ہے اور نہ ہی ملت۔ عین اسی طرح امریکہ، انگلینڈ، اسٹریلیا اور جرمنی وغیرہ میں بھی صرف عیسائی ہی نہیں ہیں بلکہ مختلف مذاہب کے پیروکاران بھی کثیر تعداد میں ہیں اور ان ممالک کے وفادار ہیں۔ نیز وہاں کے آئین کے محافظ بھی ہیں۔۔ وہ تمام لوگ باہمی طور پر پرامن زندگی گزار رہے ہیں۔ ادھر بودھ ممالک جاپان، میانمار، چین، نیپال وغیرہم میں بھی تمام مذاہب کے پیروکاران رہتے ہیں۔ جہاں کچھ تعصب کے جراثیم حرکت میں آئے۔ ان جراثیم کا خاتمہ عمل میں آیا اور وہ ملک بھی قائم ہے اور اس ملک میں سب باہمی طور پر خوش وخرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہاں کسی کو کسی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں مذہبی منافرت سر چڑھ کر بول رہی ہے۔ یہ منافرت آج کی نہیں ہے بلکہ ایک صدی سے جاری ہے۔ اس منافرت کا بانی گولولکر ہی تھا جس نے ہندو مہا سبھا کی بنیاد رکھی تھی۔ اسی ہندو مہا سبھا سے آر ایس ایس، جن سنگھ اور بی جے پی نے جنم لیا۔ یوں تو ہندوستان میں عیسائی اور بودھ اور سکھ بھی قدیم زمانے سے رہتے آ رہے ہیں۔ لیکن فی زمانہ وہ ہندوتو وادی مسلمانوں اور عیسائیوں سے بے انتہا نفرت کرتے ہیں۔ جہاں تک بودھ اور سکھ کا سوال ہے تو یہ ہندوتوا وادی بودھ اور سکھ کو دوسرے مذہب میں شمار ہی نہیں کرتے ہیں۔ ان دونوں کو وہ ہندو ہی تصور کرتے ہیں۔ تاہم وہ دونوں بھی وطن عزیز میں غیر محفوظ محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ گاہے گاہے ان پر بھی منافرت کا عذاب ٹوٹتا رہتا ہے۔ اس کے باوجود ہندوتوا وادیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ بودھ اور سکھ دونوں ہی ہندو ہیں۔ ایک دفع تو بھنڈراں والے نے ان کے دعوے سے عاجز آ کر یہاں تک کہ دیا تھا کہ یہ ہندوتوا وادی اگر اسی طرح سکھوں کو ہندو میں شمار کرتے رہے تو ایک روز ہم سورن مندر میں گائے کاٹ کر یہ ثابت کر دیں گے کہ سکھ ہندو نہیں ہیں۔ لیکن یہ ہندوتوا وادی اس قدر شہ زور ہیں کہ اس کے باوجود یہ تسلیم کرنے کے حق میں نہیں ہیں کہ سکھ غیر ہندو ہیں۔ ان کی یہی ایک ضد ہے کہ یہ تو دھرم بدل کر سکھ ہوئے ہیں ان کے اجداد ہندو تھے اس لئے یہ بھی ہندو ہیں۔ اب یہ گھر واپسی کر لیں۔ حیرت انگیز امر تو یہ ہے کہ اس کی حمایت مرکزی حکومت بھی دل کھول کر کر رہی ہے جبکہ ہندوستان ایک آئینی سیکولر اور غیر جانبدار ملک ہے۔ لیکن وطن عزیز کی کم نصیبی یہ ہے کہ یہاں کی انتظامیہ وعدلیہ بھی اسی ذہنیت کی ہو چکی ہے۔ آئین تو بس کتابوں میں ہی رہ گیا ہے۔

وزیراعظم ہند کس پتھر کے بنے ہیں کہ اس ملک میں عمل پذیر قتل و غارتگری کا ان پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا ہے۔ ایسا اپنے ہی وزیراعظم کے متعلق کہنے میں کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے لیکن کیا کیا جائے۔ حق تو بہر حال حق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شری نریندر مودی کو اسی مسلم نسل کشی کے لئے ہی پٹیل کو گجرات کے وزیر اعلیٰ کے عہدے سے ہٹا کر بٹھایا گیا تھا۔ کیونکہ پٹیل ایک کسان گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا زور کاشت کاری کے باہم تجارت پر تھا۔ انہیں دنگا فساد سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا۔ یہ چیز آر ایس ایس کو بہت گراں گزر رہی تھی۔ اس حقیقت میں کوئی دو رائے نہیں کہ اگر گجرات فساد نہیں ہوتا تو بی جے پی برسر اقتدار نہیں آ سکتی تھی۔ مودی نے گجرات میں عنان اقتدار سنبھالتے ہی آر ایس ایس کے دیرینہ ایجنڈے پر کام کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر اپنے گھناؤنے مقصد میں کامیاب ہو گئی اور بہت ہی بیدردی وسفاکی سے معصوم مسلمانوں کا قتال کروا دیا۔ یہیں سے نریندر مودی کی تقدیر کا ستارہ چمک اٹھا اور اپنی شدید مسلم مخالف شبیہ کے ساتھ عہدہ وزارت عظمٰی تک رسائی حاصل کر لی۔ یعنی ہندوستان جیسے سیکولر اور غیر جانبدار ملک میں ایک مذہب اور ایک مذہب کے پیروکاروں سے منافرت کو بھی صفت قرار دے دیا گیا۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ انتظامیہ تو حکومتوں کی غلام ہوتی ہی ہے، عدلیہ کو آزاد ادارہ کہا جاتا رہا ہے لیکن روئے ہند پر کئی دفعہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عدلیہ بھی کوئی آزاد ادارہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی مرکزی حکومت کی مرہون منت ہی ہے۔ دوسری زیریں عدالتوں کا کیا ذکر ہو جب عدالت عظمٰی کے چیف جسٹس چند چوڑ نے ابھی سے صرف دو روز قبل کہا ہے کہ "بابری مسجد کا فیصلہ یوں ہی نہیں آ گیا ہے۔ ہم اس میں بہت پریشان تھے۔ قانونی کتابوں میں اس کا کوئی حل نظر نہیں آ رہا تھا۔ تب ہم نے آنکھ بند کر کے شری رام سے کہا کہ اب آپ ہی کوئی راہ دکھائیں۔ چنانچہ انہوں نے جو راہ دکھائی وہ فیصلہ ہو گیا"۔ اس فیصلے پر اور فیصلے کے طریقے پر سننے والوں کو ہنسی نہ آئے تو اور کیا ہو۔ اس فیصلے کے ذریعہ کیا چیف جسٹس چندر چوڑ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آئین ہند تمام مسئلوں کا حل نکالنے کا اہل نہیں ہے۔ موصوف کے اس بیان سے تو آر ایس ایس کے اس مطالبے کو زبردست تقویت حاصل ہوتی ہے کہ ہندوستان کے آئین کو بالکل ہی بدل دینے کی ضرورت درپیش ہے۔ اب یہ چیف جسٹس موصوف سے کون استفسار کرے کہ حضور آپ کو چیف جسٹس کے عہدے پر آئین ہند کے مطابق انصاف کرنے کے لئے براجمان کیا گیا ہے یا استھا کی بنیاد پر۔ ویسے آپ کوئی سدھ پروش بھی نہیں ہیں کہ آپ کے بلاتے ہی آپ کی نگاہوں کے سامنے شری رام جی پرکٹ ہو گئے ہوں اور فوراً آپ کی رہنمائی بھی کر دی۔ ایسے حالات میں ہندوستانی مسلمانان کا یہاں مستقبل کیا ہوگا یہ کہا نہیں جا سکتا ہے۔ جب خود حکمران طبقہ ہی ان کے خون کا پیاسا ہو چکا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ یہاں جو بھی ستم و مظالم روا رکھے جا رہے ہیں وہ سارے کے سارے ظلم وستم آر ایس ایس ہی کی ایما پر روا رکھے جا رہے ہیں۔ جب عدلیہ بھی آر ایس ایس کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہے تو انتظامیہ سے کیا امید کی جا سکتی ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غیر بی جے پی حکومت میں بھی مسلمانوں سے تعصّبات برتے جا رہے تھے۔ اس امر کا بھی علم ہے کہ ان تعصّبات کو حکومت وقت کی شہ حاصل تھی۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جس طرح کھلے عام موجودہ حکومت ہند مسلم مخالف رویہ اختیار کئے ہے اور مسلمانوں کو قتل کروا رہی ہے۔ مسلمانوں کے تجارتی ادارے کو نذر آتش کروا رہی ہے اور مسلمانوں کے گھروں پر بلڈوزر چلا رہی ہے۔ کم از کم ایسا اس وقت عمل پذیر نہیں ہو رہا تھا۔ یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ایک جمہوری ملک کی ریاست کا وزیر اعلیٰ کھلے طور پر میاں مسلمان کہ کر دھمکیاں دیتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف سازشیں رچتا ہے، باضابطہ مسلمانوں کے خلاف آئین وضع کرتا ہے اور اسی خود وضع کردہ آئین کے بل پر مسلمانوں کو ہندستان بدر کرنے کی منصوبہ بندی کرتا ہے۔ اس سے زیادہ تحیر خیز امر یہ کہ ملک کا وزیر اعظم اور وزیر داخلہ اسے اپنی خاموش حمایت عطا کرتا رہتا ہے۔

Scanned with CamScanner

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کا دعوتی سفر

مولانا حافظ وقاری محمد زبیر مفتاحی

طائف مکہ مکرمہ سے 65 کلومیٹر جنوب مشرق میں حجاز کے پہاڑی سلسلے پر واقع ایک شہر ہے۔اس کی آب وہوا سرد اور خشک ہے۔چشموں کا پانی میٹھا ہے۔پانی برستا بھی ہے۔یہاں کے باغات سارے جزیرہ نما میں اپنے پھلوں کی عمدگی میں مشہور ہیں (خصوصا انار انگور) اپنی ٹھنڈک کی وجہ سے یہ جگہ اپنے قرب وجوار کے تمام نشیبی علاقوں کے لئے موسم گرما کی قیام گاہ ہے خصوصا مکہ مکرمہ کے لئے یہ شہر خاص اہمیت رکھتا ہے۔عہد اول میں تو اس شہر کو اس سے زیادہ اہمیت حاصل تھی جتنی آج ہے، یہ اس وقت مکہ مکرمہ کا ہمسر سمجھا جاتا تھا اسی لئے قریش نے کہا تھا جس کو قرآن مجید نے اپنی زبان میں یوں نقل کیا ہے کہ ”یہ قرآن ان دونوں بستیوں (یعنی مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔

گرمیوں کے زمانے میں لوگ یہاں سیر کو جایا کرتے تھے جیسے ہمارے یہاں شملہ اور مسوری جاتے ہیں۔بڑا سرسبز وشاداب مقام ہے۔یہاں بڑے بڑے باغات ہیں۔اہل طائف جائداد وزمینوں کے مالک تھے۔خوشحال تھے یہاں ”لات“ بت نصب تھا، کعبہ کی طرح وہ بھی زیارت گاہ خاص وعام تھا۔اہل طائف کفر وشرک میں اہل مکہ سے کم نہ تھے اور سود خوار بھی تھے۔”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ مکہ شہر کے باشندوں کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے، مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کی زمین نہ کسی باغ وچمن کی متحمل تھی نہ وہاں دور دور تک پانی کا نام و نشان تھا مگر حق تعالی نے دعاء ابراہیمی کو قبول فرمایا اور مکہ کے قریب ہی طائف کا ایک ایک ایسا خطہ بنادیا جس میں ہر طرح کے بہترین پھل (ترکاریاں) بکثرت پیدا ہوتے اور مکہ مکرمہ آکر فروخت ہوتے ہیں۔“ طائف سعودی عرب کی گرمائی راجدھانی ہے، یہ سطح سمندر سے 1700 میٹر بلند ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت 12 ربیع الاول عام الفیل 570ء میں ہوئی ولادت سے قبل ہی والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب کی وفات ہوگئی تھی، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو والد کی سرپرستی کے بجائے دادا عبدالمطلب کی سرپرستی ملی انھوں نے بڑی محبت کا معاملہ رکھا، جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہوگیا اور جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی دادا کا بھی انتقال ہوگیا ان کی نیابت پھر چچا ابوطالب نے کی انہی کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہوئے محبت کرنے والے چچا اگرچہ بعض فرض کردہ وجوہ کی بناپر اسلام تو نہ لائے لیکن حضورؐ کی حفاظت میں برابر سینہ سپر رہے، چچا ابوطالب کی وفات نبوت کے دسویں سال (620ء) میں ہوئی۔“

قبائلی نظام میں قبیلہ کے سردار کی بڑی اہمیت ہوتی تھی جب ابوطالب بنو ہاشم قبیلہ کے سردار بنائے گئے تو انھوں نے حضورؐ کی ہر طرح سے مدد ونصرت کی۔کفار ومشرکین آپ کا بال بیکا نہ کرسکے۔لیکن جوں ہی ابوطالب کا انتقال ہوا۔ابولہب کو قبیلہ کا سردار بنایا گیا۔ابولہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن تھا۔اس نے حضورؐ کی حمایت کرنے سے انکار کردیا اور آپ مکہ میں بے یار ومددگار ہوگئے۔ابوطالب کی وفات کے کچھ ہی دن بعد بی بی خدیجہ جیسی غم گسار بیوی کا بھی انتقال ہوگیا۔ابوطالب وبی بی خدیجہ سے آپ کو بہت ڈھارس رہتی تھی۔ان کے انتقال کا آپ کو بہت رنج ہوا، ان دونوں کی موجودگی سے دشمن آپ کو ستاتے نہیں تھے۔ان کے انتقال کے بعد آپ کو نہایت بے رحمی اور بے باکی سے ستانے لگے۔

طائف میں قبیلہ ثقیف مشہور اور بااثر قبیلہ تھا، اس قبیلہ کا طائف میں تسلط تھا، وہ قریش کے بعد عرب کا سب سے طاقتور قبیلہ مانا جاتا تھا۔قریش بھی اس کا لوہا مانتے تھے۔اس قبیلہ سے قریش کی رشتہ داریاں بھی تھی۔وہاں آپ کے بعض رشتہ دار بھی تھے۔مکہ کے رئیسوں کی وہاں کوٹھیاں تھیں۔”ابوطالب کی وفات کے بعد آپ کو بہت زیادہ تکلیفیں پہنچائی جانے لگیں۔اس وقت آپ نے قبیلہ ثقیف (طائف) کا رخ کیا اس اُمید ہے کہ وہاں وہ آپ کو پناہ دیں گے اور آپ کی مدد کریں گے۔“ (ابونعیم فی دلائل النبوۃ)

شوال کا مہینہ، نبوت کا دسواں سال 619ء بوقت سفر آپ کی عمر مبارک 50 برس کی تھی۔آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثؓ کو ساتھ لے کر طائف کی طرف رخت سفر باندھا۔حجاز کی سب سے بڑی دولت مند خاتون (حضرت خدیجہؓ) کا مال دین کے کاموں میں صرف ہوچکا تھا۔اتنا بھی باقی نہ تھا کہ طائف کے سفر کے لئے کوئی سواری ہی کرایہ پر لی جائے، پاپیادہ دونوں اصحاب طائف کی طرف روانہ ہوگئے۔

گرمی کا موسم تھا۔عموماً صحرا میں زوروں سے ہوائیں چلتی ہیں، ہر طرف ریت اڑتی ہوئی نظر آتی ہے، درجہ حرارت نقطۂ عروج تک پہنچ جاتا ہے۔ایسے صبر آزما مقام میں پاپیادہ نبی اور حضرت زید طائف کی طرف گامزن تھے ایک دن کا ذکر ہے۔دھوپ شدت کی تھی۔جسم پسینے سے شرابور ہورہے تھے۔حضرت زید پریشانی کے عالم میں تھے۔انھوں نے آنحضرت سے عرض کیا یارسول اللہ میں بہت زیادہ تھک گیا ہوں۔گرمی نے الگ تم پریشان کررکھا ہے۔اگر مناسب رائے عالی ہو تو کہیں بیٹھ کر تھوڑی دیر لیٹ لیں۔آنحضرت نے فرمایا ”مجھے معلوم ہے کہ تم تھک گئے ہو۔گرمی اور پیاس کی شدت نے بے حال کردیا ہے لیکن یہاں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں بیٹھ کر ہم ذرا ستالیں۔تھوڑی دیر اور چلیں، شاید آگے کوئی جگہ ایسی مل جائے جہاں ٹھہر کر دم لے سکیں۔کچھ دیر اور چلتے رہے۔ایک نخلستان آیا۔جہاں قبیلہ بنی بکر کے لوگ قیام پذیر تھے۔انھوں نے نو وارد مہمانوں کی مہمان نوازی کی۔

آپ نے قبیلہ بنی بکر کے لوگوں سے خطاب فرمایا ”میں محمدؐ ہوں، خدا کا رسول خدا کی مخلوق کو ہدایت کرنے پر مامور ہوا ہوں لیکن انھوں نے آپؐ کی باتیں سننے سے انکار کردیا۔اور آپ سے گذارش کی کہ ان کے یہاں چند روز قیام کریں۔لیکن آپ۔نے کہہ دیا کہ جب تم میری بات سننے سے انکار کرتے ہو تو میں تمہارے پاس قیام کرنے پر آمادہ نہیں۔

اس کے بعد قبیلہ قحطان میں تشریف لے گئے۔انھوں نے معاندانہ رویہ اختیار کیا۔حضورؐ اسی طرح قبیلوں میں وعظ فرماتے ہوئے طائف کی طرف گامزن تھے۔

یہ دونوں حضرات عرفات ......شداد ......کرا......وادیٔ ہدّا ان مقامات سے گزرتے ہوئے 120 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے تیسرے دن طائف پہنچے۔

طائف میں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت حکومت کرتی تھی یہ قبیلہ رئیس القبائل تھا۔آپ چاہتے تھے۔یہ قبیلہ آپ کو اپنی پناہ میں لے لیں تاکہ آپ کو فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں آسانی ہو۔اس قبیلہ کے تین سردار عبدیالیل، مسعود اور حبیب یہ تینوں بھائی تھے جو شریف سمجھے جاتے تھے۔یہ عمر بن عمیر بن عوف ثقفی کے بیٹے تھے۔آپ نے ان تینوں سرداروں کو یکے بعد دیگرے اسلام کی دعوت دی۔اپنے آنے کے مقصد کو واضح کیا۔مگر کسی ایک نے بھی انسانیت سے جواب نہیں دیا۔عبدیالیل نے کہا: ”اگر خدا نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ خانہ کعبہ کے کپڑے کھسوٹ رہا ہے (یعنی اس کی عزت پامال کررہا ہے“

تجھ جیسوں کو اگر اللہ یوں بے باک کرتا ہے ☆☆☆ تو گویا پردۂ کعبہ کو خود ہی چاک کرتا ہے

مسعود نے کہا: ”کیا خدا کو تمہارے علاوہ رسالت کے لئے مناسب آدمی نہ مل سکا۔“

کہا ایک دوسرے نے واہ وہ بھی ہے خدا کوئی ☆☆☆ پیمبر ہی نہیں ملتا جسے دو تیرے سوا کوئی

حبیب نے کہا: ”واللہ (اللہ کی قسم) میں تم سے بات نہیں کروں گا کیونکہ جیسا تمہارا دعوی ہے۔اگر واقعی تم خدا کے رسول ہو تو رسول کی بات سے انکار کردینا مصیبت سے خالی نہیں اور اگر تم خدا پر جھوٹ باندھ رہے ہو تو میری شان یہ نہیں کہ میں جھوٹے سے بات کروں۔“

ظرافت کی ادائے طنز سے اک تیسرا بولا ☆☆☆ نہایت باکپن سے سانپ نے اپنا ذہن کھولا
اگر میں مان لوں تم کررہے ہو راست گفتاری ☆☆☆ تو ہے تم سے تخاطب میں بھی گستاخی بڑی بھاری
اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو ڈرنا چاہیئے تم سے ☆☆☆ مجھے پھر بات ہی کوئی نہ کرنا چاہیئے تم سے

دوسری روایتوں میں سردارانِ ثقیف کے درجہ ذیل جوابات بھی ملتے ہیں: ”تم مکہ سے اتنی دور صرف یہ بات کہنے کے لئے آئے ہو، یقیناً تمہارے دماغ میں فتور ہے۔“ (نعوذ باللہ) ”خدا کوئی اور آدمی نہ ملا۔ایک غریب کو اپنا رسول بنایا۔کیا تم ان پڑھ نہیں ہو!!“، ”کیا اللہ کو تمہارے سوا رسول بنانے کے لئے اور کوئی نہیں ملا کہ جسے سواری کے لئے گدھا تک میسر نہیں۔“، ”میں کعبہ کے سامنے ڈاڑھی منڈوا دوں، اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو۔“، ”رسول بنانا ہوتا تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔“ اس کے بعد ان سرداران سے نا اُمید ہوکر داعی اعظم نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا کہ آپ تو ہمت واستقلال کے پہاڑ تھے۔”عوام وخواص اور ہر ایک کے سامنے دعوت اسلام پیش کی رؤسا اور معززین کے مکانوں پر پہنچ کر گفتگو کی“ مگر ہٹ دھرمی اور ضد کی انتہا ہوگئی۔کسی نے بھی آپؐ کی باتوں کو سنجیدگی سے نہیں سنا۔

اہل طائف کا رحمت عالمؐ پر ظلم وستم، سرداران قبیلہ ثقیف اور عوام وخواص بھی آپؐ کے مخالف ہوگئے اور ظلم وستم کی ابتدا ہوئی۔اُنکا آپ کے ساتھ برتاؤ جاہلانہ وبے دردانہ تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر ایک مکان کے احاطہ میں داخل ہوگئے۔ایک مرتبہ آپؐ وعظ فرما رہے تھے۔آپ کو اتنی گالیاں دی گئیں، تالیاں بجائی گئیں کہ محسن انسانیت گھبرا کر ایک مکان کے احاطہ میں داخل ہوگئے۔نبی رحمت لہولہان ہوگئے، ایک دفعہ آپ وعظ فرما رہے تھے۔سردار کے اشارہ سے اوباشوں نے آپ پر آپ پر اتنے پتھر برسائے کہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم لہولہان ہوگئے۔حافظ سخاوی فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم 20 دن طائف میں ٹھہرے، ابن قتیبہ فرماتے ہیں۔حضورؐ ایک مہینہ طائف میں ٹھہرے بعض سیرت نگاروں سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے طائف جانے اور واپس آنے کی مدت ایک مہینے تھی۔ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ نے طائف میں دس 10 روز قیام فرمایا۔ قیام طائف کے آخری دن تکالیف کی انتہا ہوگئی، سرداران طائف کے اشاروں پر اوباشوں، بدمعاشوں، بدتمیزوں، شریر بچوں، آوارہ گردوں، نوکروں، بے وقوف غلاموں، بازاریوں، بدبختوں اور غنڈوں کی ٹولی نے آپ کا پیچھا کیا آپ جہاں بھی لوگوں کو دین کی دعوت دینا شروع فرماتے، یہ آپ کا مذاق اُڑاتے، تالیاں پیٹتے، گالیاں دیتے، آوازیں کستے۔بالآخر قیام طائف کے آخری دن تکالیف کی انتہا ہوگئی۔

سینکڑوں لوگوں نے راستہ کے دونوں طرف کھڑے ہوکر دونوں طرف سے پتھر برسانا شروع کیا۔شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔یہ آپ پر پتھروں کی بارش کرتے۔نشانہ لگا کر آپ کے ٹخنوں، ایڑیوں اور پنڈلیوں پر نوکدار پتھر مارتے جاتے تھے، یہ جس جگہ لگتے تھے۔زخم کردیتے تھے۔پنڈلیاں زخمی ہوکر لہولہان ہوگئیں گھٹنے توڑے گئے، ٹخنے چورے گئے“ (بخاری)، عاشق رسول حضرت زید بن حارثہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ڈھال بن گئے، حضرت زیدؓ اس بات کی کوشش میں تھے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ لگے، اپنے ہاتھ اور پیر پتھروں کے سامنے کردیتے تھے۔سنگدل بے رحموں نے آپ کی پشت پر پتھر مارنا شروع کیے۔حضرت زید نے اپنی پشت (پیٹھ) سامنے کردی۔لیکن دو چار آدمی نہ تھے بلکہ کثیر تعداد بدبختوں کی تھی جو پتھروں کے ٹکڑے آپ پر برسا رہے تھے۔حضرت زید نے اپنے کمبل سے آپ کو آڑ میں لینے کی کوشش بھی کی۔اپنے آپ کو حضورؐ کے لئے گویا ڈھال بنادیا ”حضرت زید آگے بھی پیچھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کی کوشش کررہے تھے مگر تنہا کیا کرسکتے تھے پتھروں سے خود حضرت زیدؓ کا سر پھٹ گیا۔(طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ 14) اور اُن کی پشت بھی شدید زخمی ہوگئی۔اور وہ آپ کو بچانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔اور آپ خون آلودہ ہوگئے۔

اُف......دنیائے انسانیت کا کتنا عجب اور المناک منظر تھا!! مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی تحریر فرماتے ہیں: ”یہ کیسا دن ہے جو سب کے لئے تھا اور سب کے لئے ہے۔قیامت تک کے لئے ہے۔کیسا دردناک نظارہ ہے۔اس کو سب واپس کررہے تھے۔بات اس پر ختم نہیں ہوگئی کہ انھوں نے جو پیش کیا تھا اس کو صرف رڈ کردیا بلکہ آگ میں پھاندے والوں کی کمریں پکڑ پکڑ کر گھسیٹ رہا تھا وہی کمر کے بل گرایا جاتا تھا۔“ النبی الخاتم صفحہ 58)

جوتیاں مُبارک خون سے بھر گئیں، تاک تاک کر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹخنوں پر پتھر مارتے تھے۔خون بہہ بہہ کر جوتوں میں جم جاتا تھا۔گھٹنے اور پنڈلیاں بھی خون میں تر بہتر ہوگئے۔خون بے تحاشا بہہ رہا تھا۔جوتیاں مبارک خون سے بھر گئیں۔

اس طرح آپؐ نے دین کی دعوت کی تبلیغ کی، مصائب برداشت کئے پریشانیاں اٹھائیں، اس میں امت کے داعیوں کے لئے پیغام ہے کہ راہ حق میں جو اذیتیں ہوئیں انہیں برداشت کرنا ہے اور دین کی تبلیغ میں ہمہ تن کوشش کرتے رہنا ہے۔

Scanned with CamScanner

ہماری پسماندگی کی بنیاد - دین سے غفلت ولاپرواہی

مولانا محمد سعید کریمی

آج دین مسلمانوں کے درمیان اجنبی ہوتا چلا جا رہا ہے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانوں کے بچے، بچیوں کا قرآن صحیح نہیں ہے، اسلام کی بنیادی معلومات وضو، نماز، روزہ وغیرہ سے وہ غافل ہیں، وجہ کیا ہے؟ اس تنزل وانحطاط کا سبب کیا ہے؟ اصل اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ جس چیز کی اہمیت آدمی کے دل میں بیٹھ جاتی ہے وہ چیز اس کے لئے اصل بن جاتی ہے اور اس کا مطمح نظر بن جاتی ہے، چنانچہ آج لوگوں کے قلوب مادیت پرست ہو گئے ہیں اور دنیا کی محبت ان کے دلوں میں گھر کر گئی ہے، اس لئے حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تفریق کئے بغیر دولت سمیٹنے کی تگ ودو میں لگے ہوئے ہیں، دشمنان اسلام نے ہمارے دلوں میں دنیاوی تعلیم کی اہمیت راسخ کر دی ہے، تو اب ہم ہمہ تن اسی کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں، اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ ہم بد دین ہو جائیں یا ہمارے اخلاق داغدار ہو جائیں، یا ہم پریشانیوں کے اس جزیرہ میں پھنس جائیں، جس کے ہر طرف پانی ہی پانی ہو، نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو، ایسا نہیں ہے کہ ہمیں انگریزی تعلیم اور دنیوی فنون کی ضرورت نہیں، یقیناً اس کی ضرورت ہے اور اشد ضرورت ہے، ان علوم وفنون پر دسترس حاصل کئے بغیر ہمارے ستارے کا اندلس میں چمکنا مشکل تھا، لیکن کسی چیز کی ترقی وتنزلی میں گائڈ اور رہنما کا اہم رول اور کردار ہوتا ہے، اس زمانے میں ہمارے لئے رہنما کتاب وسنت تھی، اس لئے ہمارے پاؤں میں نہ لغزش آئی اور نہ ہی کہیں ہم نے ٹھوکر کھائی، تو آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم مکاتب کا مضبوط جال بچھائیں اور اس میں باصلاحیت اساتذہ مقرر کریں، تاکہ وہ ہمارے نونہالوں کے ذہن ودماغ پر اور دل وجگر میں بنیادی نقوش راسخ کر دیں، تاکہ بد دینی کی لہریں اور بداخلاقی کے طوفان میں وہ ثابت قدم رہ سکیں۔

بداخلاقی اور روشن خیالی: بنیاد کی درستگی پر عمارت کی پائیداری منحصر ہے، اگر بنیاد کمزور ہے تو عمارت کی سلامتی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی ہے، جب ہمارے بچوں کو اسلام کے بنیادی عقائد کا علم نہیں، نماز، روزہ کے بارے میں ان کی معلومات سرسری ہیں، تو پھر کیسے ہم ان سے توقع کریں اور یہ امید لگائیں کہ وہ دنیا کیلئے اخلاقی آئیڈیل اور نمونہ ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ آج کل بداخلاقی عام ہو رہی ہے، بڑوں کا احترام جاتا رہا اور چھوٹوں پر شفقت بھی رخصت ہو گئی اور نام نہاد روشن خیالی کو فروغ ہو رہا ہے، اب ہمارے آئیڈیل صحابۂ کرام کی مقدس جماعت نہ رہی، بلکہ اب ہمارے رہنما فلمی ستارے اور مالدار لوگ ہو گئے ہیں، اسی لئے کھڑے کھڑے پیشاب کرنا روشن خیالی بن گئی اور اس بات کی قطعاً کوئی فکر نہیں کہ پیشاب کے قطرات بدن پر پڑ رہے ہیں اور عذاب قبر کا سبب بن رہے ہیں، اگر کوئی سمجھاتا ہے کہ بھائی بیٹھ کر پیشاب کرو، ادب یہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا، تو وہ دقیانوسی ٹھہرتا ہے، اسی طرح کھڑے کھڑے کھانا کہ کچھ کھانا پیٹ کے اندر اور کچھ پیٹ کے باہر زمین کی نذر ہو غضب خداوندی کو دعوت دے رہا ہو، یہ ترقی ہے اور روشن خیال لوگوں کا طریقہ ہے، اگر کوئی سمجھاتا ہے تو اس کو صرف دقیانوسی کا خطاب ہی نہیں ملتا، بلکہ صلواتیں بھی سننی پڑتی ہیں اور طعنے بھی جھیلنے پڑتے ہیں۔

نام نہاد پر تحریک آزادی کا تجزیہ: اس وقت ایک لہر چلی ہوئی ہے کہ ہم آزاد ہیں، ہم جو چاہیں کریں، ہم سے کوئی باز پُرس نہ کرے، ہمارا کوئی محاسبہ نہ کرے، جب ہم اس نام نہاد تحریکِ آزادی کا تجزیہ کرتے ہیں تو اس کی خطرناکی اور تباہ کاری کا اندازہ ہوتا ہے، حاکم ومحکوم کا فلسفہ دنیوی زندگی کا بنیادی اور متفقہ اصول ہے، اس قانون کے بغیر ملک کا نظام تو دور کی بات، چہار دیواری کے اندر کا نظام بھی صحیح ڈھنگ سے نہیں چل سکتا ہے، اسی لئے ہر صوبہ کا ایک وزیراعلیٰ ہوتا ہے جو پورے صوبہ کی نگرانی کرتا ہے، اسی طرح ہر ملک کا ایک وزیراعظم ہوتا ہے، جو ملک کی دیکھ ریکھ کرتا ہے اور اس کو چلاتا ہے، جب حاکم ومحکوم کے رشتے میں تلخی آجاتی ہے تو اس کے نتیجے میں کبھی علاقہ کو کرفیو کا تحفہ ملتا ہے اور کبھی ایمرجنسی کی سوغات، پھر آزادی کا یہ نظریہ غیر اسلامی ہے، جو بندے سے روحانیت کا تعلق منقطع کر دیتا ہے اور اس کو مادہ پرستی کا بھوکا بنا دیتا ہے، یہ دراصل یہودیوں کی گہری سازش کا نتیجہ ہے، ہم اس سازش کو اس یہودیوں کے خفیہ دستاویز کے حوالہ سے واضح کر رہے ہیں، چنانچہ وثیقہ:۳ فتح کے طریقے ص:۱۲۱ پر ہے: ''لفظ آزادی'' ایک عجیب وغریب فریب اور دھوکہ ہے، یہ عوام کے ہر طبقے کو ہر قسم کی طاقت وجہد اور اتھارٹی کے خلاف برسرپیکار کرتا ہے، حتیٰ کہ خدا اور قوانین فطرت کے خلاف بھی ابھارتا ہے'' اور وثیقہ:۴ مذہب پر مادے کی فوقیت میں ہے: ''یاد رکھئے کہ آزادی بے ضرر ہو سکتی ہے اور عوامی فلاح وبہبود کو کوئی نقصان پہونچائے بغیر ملکی معیشت میں اپنی جگہ بنا سکتی ہے، بشرطیکہ اس کی بنیاد خدا پر ایمان اور انسانی اخوت پر رکھی گئی ہو اور یہ اخوت اصولی تخلیق کے منافی فلسفہ مساوات سے تعلق نہ رکھتی ہو، کیونکہ فطرت کا اصول تخلیق انسانوں میں درجہ بندی اور محکومیت کے تصور پر مبنی ہے، اس اعتقاد کے تحت عوام کو حکمرانی کی خاطر مذہبی حلقوں اور درجہ بندیوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور اس درجہ بندی کے تحت اللہ تعالیٰ کی رضا کے (ص:۱۲۲) سامنے سر تسلیم خم کر کے روحانی پیشواؤں کی رہنمائی میں قناعت اور عجز وانکساری سے مطمئن زندگی گذار لیتے ہیں، اسی لئے تو ہمارے مقصد کی تکمیل کے لئے یہ لازم ہے کہ تمام مذاہب کی اہمیت کو ختم کر کے غیر یہودی افراد کے ذہن سے الوہیت اور روحانیت کے تصور کی بیخ کنی کر دیں اور انہیں مادی ضروریات اور حسابی اعداد وشمار کے چکر میں الجھا کر رکھ دیا جائے'' (ص:۱۲۳، وثائق یہودیت) دیکھئے! مسلمانوں کے بدترین دشمن یہودیوں کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ نام نہاد نعرۂ آزادی خدا اور قوانین فطرت سے بغاوت کا نام ہے اور بے ضرر آزادی کی بنیاد خدا پر ایمان اور انسانی اخوت پر رکھی گئی ہے، کیونکہ فطرت کا ضابطہ اور قانون تخلیق انسانی میں درجہ بندی اور محکومیت کے تصور پر مبنی ہے، کاش مسلمان اس حقیقت کو سمجھ لیتے، تو ان کی آگے کی زندگی آسان اور خوشگوار ہو جاتی۔

حرص اور طمع: اسی طرح لالچ اور حرص وہوس کا یہ عالم ہے کہ ڈاکٹر، ٹیچر، ملازم پیشہ سب کے سب ایک ہی چیز کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور وہ ہے پیسہ! آج کل تعلیم اور صحت کا شعبہ کافی نفع بخش سمجھا جاتا ہے، اس لئے کہ آج کل ڈاکٹری کرنا یا اسکول کھولنا بھی ایک طرح کی تجارت ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر پہلے موٹی فیس وصول کرتا ہے، اس کے بعد جانچ کے نام پر مخصوص جانچ گھر میں ٹیسٹ کیلئے مریض کو بھیجتا ہے، اسی طرح دوا خریدنے کے لئے بھی مخصوص میڈیکل اسٹور کا پتہ دیتا ہے، تاکہ وہ وہاں سے کمیشن وصول کرے، ڈاکٹر کو مریض کے صحت کی کوئی پرواہ نہیں، اسے تو اپنی جیب بھرنے سے مطلب ہے، اسی طرح تعلیمی سیکٹر میں بھی اداروں نے فیس میں بے تحاشا اضافہ کر دیا، لیکن ساتھ ہی ساتھ اخلاق کا جنازہ بھی نکال دیا، اب چونکہ مقصد تعلیم نہیں رہا بلکہ تجارت بن گیا، اس لئے جس طرح تاجر حضرات اپنے صارفین کو لبھانے کے لئے طرح طرح کے پُرکشش اعلانات کے ذریعہ گاہکوں کو اپنی جانب راغب کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح ہمارے یہاں تعلیمی سال کے آغاز میں اسکول والے قسم قسم کے پُرکشش اعلانات نکالتے ہیں کہ ہمارا اسکول انگلش میڈیم ہے، ہمارے یہاں کمپیوٹر کی تعلیم ہے، انہیں اعلانات میں سے ایک یہ نکالتے ہیں کہ ہمارے یہاں مخلوط تعلیم کا نظم ہے، جس کو انگریزی میں (CO-EDUCATION) کہتے ہیں، یہ نظام خرابیوں کا مجموعہ ہے اور فساد کا پیش خیمہ ہے، سردست ہم یہاں صرف اس کا خالص تعلیمی نقطۂ نظر سے جائزہ لیتے ہیں، اس سلسلے میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ تعلیم دو چیزوں کا نام ہے، ایک جس مضمون کی تعلیم دی جا رہی ہے اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرنا اور دوسرے اس کو حافظے میں محفوظ کر لینا، اس کے لئے ضروری ہے کہ طالب علم اپنے مقصد میں منہمک ہو اور یکسو ہو، یکسوئی کا قیام دو چیزوں کے بغیر ممکن نہیں، ایک تو یہ کہ طالب علم جس مضمون کو پڑھ رہا ہے یا سن رہا ہے اس کی طرف پوری توجہ ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ ہر قسم کے اندیشوں سے اس کا ذہن ودماغ محفوظ ہو اور مخلوط تعلیم کی صورت میں جب جنسی شعور بیدار ہونے لگیں اور صنفی جذبات کی پہچان ہونے لگے تو اس مرحلہ میں مخلوط بیٹھک لڑکے، لڑکیوں کی توجہ کو منتشر کرتی ہے اور پھر شریف قسم کی لڑکیاں اوباش قسم کے لڑکوں سے سہمے سہمے انداز میں کلاس میں اپنا وقت گذارتی ہیں، تو اس صورت میں یکسوئی سے تعلیم ممکن نہیں اور جب یکسوئی حاصل نہیں تو تعلیم کا مقصد فوت ہو گیا، (ملخصاً از ندائے شاہی: جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ/ اگست ۲۰۰۴ء، ص:۲۶/۲۵) مخلوط تعلیم نقصان دہ ہے، اس لئے شرعاً ناپسندیدہ اور ممنوع ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہئے، یہ عقل مندوں کی رائے اور ان کا فیصلہ ہے، نام نہاد دانشوروں کی رائے اور فیصلے کے ہم محتاج نہیں۔

پیش آمدہ مسائل حل کرنے کا طریقہ: دنیا میں نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور ماہرین ان مسائل کا حل نکالتے رہتے ہیں، عام طور پر مسائل دو طرح سے حل کئے جاتے ہیں، یا تو کسی چیز پر پابندی لگا دی جاتی ہے، یا اس چیز کا کوئی متبادل پیش کیا جاتا ہے، اس کو یوں سمجھئے کہ کسی ملک میں شراب نوشی کی اجازت تھی، لیکن اس شراب کی وجہ سے معاشرہ میں سنگین اور خطرناک قسم کی برائیاں پھیلنے لگیں، آئے دن زناکاری کے واقعات پیش آنے لگے اور چوری ڈکیتی کی وارداتیں اخبارات کی زینت بننے لگیں، تو حکومت نے اس پریشانی کا حل یوں نکالا کہ شراب نوشی پر، اس کے خرید وفروخت پر مکمل پابندی عائد کر دی، اسی طرح کسی اہم سڑک کی مرمت کیلئے اس کو بند کر دیتے ہیں تو عوام کو انتہائی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان کی روزمرہ کی ضروریات بری طرح متاثر ہوں گی، تو اس مسئلہ کا حل اس طرح نکالا گیا کہ اس راستہ کو تو مکمل طور پر بند کر دیا گیا، لیکن اس کی متبادل ایک سڑک عارضی طور پر کھول دی گئی، تاکہ لوگوں کا حرج اور نقصان نہ ہو۔

اسلامی اسکولوں اور کالجوں کا قیام: اسی طرح تعلیم کا مسئلہ ہے کہ مخلوط تعلیم عام ہے، نصاب میں شرکیہ مضامین داخل کر دیئے گئے ہیں، تاریخ کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جا رہا ہے، ثقافت وکلچر کے نام پر رقص وسرود کی محفلیں سجا کر بد دینی کو عام کیا جا رہا ہے، یہاں پر بھی ہمارے سامنے اس سنگین مسئلہ کا دو حل ہے، پہلا حل تو یہ ہے کہ جب ہمیں ایسے اسکول میسر نہیں جہاں ہم اسلامی تعلیمات کی پاسبانی کرتے ہوئے علم کے میدان میں اپنا نام روشن کریں، تو ہم پر اسکول جانے پر پابندی لگا دی جائے اور دوسرا حل یہ ہے کہ ان انگلش میڈیم، کانونٹ اور مغرب زدہ اسکول میں تو جانے پر پابندی لگا دی جائے، لیکن اس کے متبادل کے طور پر ہم ایسے اسکولوں اور کالجوں کی بنیاد ڈالیں جو انگلش میڈیم بھی ہوں، اس لئے کہ انگریزی زبان نے اس زمانہ میں بین الاقوامی حیثیت حاصل کر لی ہے اور عصری علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنے کے لئے وہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور دنیوی علوم جیسے طب، انجینیرنگ قانون، میڈیا اور دست کاری وغیرہ کی تعلیم کا بھی انتظام ہو، تاکہ دنیا میں کوئی قوم ہمیں ترچھی آنکھوں سے نہ دیکھ سکے اور ہم اپنے معاملات میں خودکفیل ہوں، دوسروں کے دست نگر نہ ہوں، ساتھ ہی ساتھ دینیات کی تعلیم بھی ہو، تاکہ ہم صحیح گائڈ کے ہمراہ بلاخوف وخطر رفتہ رفتہ ترقی کے زینے پر چڑھتے رہیں، تاکہ ہمارے بچے جن کے ہاتھوں میں مستقبل کی باگ ڈور ہے، وہ ایمان کو محفوظ رکھتے ہوئے دیگر علوم وفنون میں دوسری قوموں پر سبقت لے جائیں۔

تجزیہ کے بعد پہلا حل بظاہر مفید نظر آتا ہے، اس لئے کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، جس کا دارومدار ایمان، اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ اور حسن معاشرت پر ہے، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں سے ان کے اعمال کے متعلق پوچھیں گے، جو انہوں نے آگے بھیجا ہے، ان سے اس بات کی باز پُرس نہیں ہوگی کہ تم ڈاکٹر کیوں نہیں بنے؟ تم نے انجینیرنگ کی تعلیم کیوں نہیں حاصل کی؟ تم نے وکالت اور قانون کی ڈگری کیوں نہیں لی؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل جیسی نعمت سے نوازا ہے اور اس کی ایک خاصیت غور وفکر ہے، جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں بندوں کو متوجہ کیا ہے (الغاشیۃ:۸۸/۱۷تا۲۰) اسی طرح جو کچھ آسمان وزمین میں ہے، ان کو ہمارے لئے مسخر کر دیا اور تابع بنا دیا (الجاثیۃ:۴۵/۱۳، تیسیر القرآن:۴/۱۹۲) اور ضروری اشیاء کی صنعت کاری علم خدا نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو بذریعہ وحی عطا کیا (ہود:۱۱/۳۷) (الانبیاء:۲۱/۸۰۔ معارف القرآن:۴/۶۲۰-۶/۲۱۱،۲۱۲) جب ہم ان نکات پر غور وفکر کرتے ہیں تو یہ بات ہماری سمجھ میں آتی ہے کہ دوسرا حل ہی قابل عمل اور پسندیدہ ہے، جبکہ پہلا حل قابل ترک اور غیر محمود ہے، دینی نقطۂ نظر سے تو دوسرا حل لائق عمل ہے ہی، ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی ہمارے حق میں ہے کہ قانون نے بھی ہمیں اس بات کی آزادی دی ہے کہ ہم اپنا تعلیمی ادارہ کھولیں اور اس کو چلائیں، حکومت اس میں مداخلت کی مجاز نہیں ہوگی، چنانچہ ہندوستانی آئین کے دفعہ:۳۰ میں ہے: ''کہ اقلیتوں کو تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق (۱) تمام اقلیتوں کو خواہ وہ مذہب کی بناء پر ہوں یا زبان کی، اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق ہوگا''۔ (بھارت کا آئین: سہ لسانی ایڈیشن، ص:۱۳۷)

راقم الحروف نے جس طریقہ کار کو قلمبند کیا ہے خدا کرے علماء اسلام کی توجہات اس طرف مبذول ہوں اور یہ امت مغرب سے آنے والی برائیوں سے دور رہ کر اسلامی تہذیب وثقافت کی خوگر بن جائے، تاکہ آخرت کی کامیابی اور سرخروئی حاصل ہو۔

Scanned with CamScanner

مسلمانوں کی ترقی کا راستہ

قاری اسحاق گورا

دنیا کے بدلتے حالات اور تیز رفتار ترقی کے تناظر میں مسلمانوں کے لیے جدید تعلیم اور دینی تعلیم کا امتزاج ایک ناگزیر ضرورت بن چکا ہے۔ آج کے زمانے میں محض ایک قسم کی تعلیم پر انحصار کرنا نہ تو فرد کی ذاتی ترقی کے لیے کافی ہے اور نہ ہی معاشرتی ترقی کے لیے۔ مسلمانوں کو نہ صرف دینی علوم میں مہارت حاصل کرنی چاہیے بلکہ جدید دنیا کے تقاضوں کو بھی سمجھنا ہوگا تاکہ وہ معاشی اور سماجی میدان میں پیچھے نہ رہیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات فراہم کرتا ہے اور دینی تعلیم انسان کو زندگی کے اخلاقی اور روحانی پہلوؤں سے روشناس کراتی ہے۔ تاہم، آج کی تیز رفتار دنیا میں زندگی کے عملی تقاضوں کو سمجھنے کے لیے جدید تعلیم بھی اتنی ہی ضروری ہے۔ قرآن مجید میں بارہا علم حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے: قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون (الزمر:9) یعنی "کہہ دیجیے! کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں؟" اس آیت میں علم کی فضیلت پر زور دیا گیا ہے، جس میں نہ صرف دینی علم بلکہ دنیاوی علم بھی شامل ہے۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کے ساتھ ساتھ سائنس، ٹیکنالوجی، معاشیات اور سماجی علوم میں بھی مہارت حاصل کریں تاکہ وہ وقت کے ساتھ ہم آہنگ ہوسکیں۔

دینی تعلیم کا بنیادی مقصد انسان کے اخلاق و کردار کو سنوارنا اور اس کی زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنا ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات نہ صرف فرد کی انفرادی اصلاح کرتی ہیں بلکہ اسے ایک ذمہ دار شہری اور نیک انسان بننے کی راہ دکھاتی ہیں۔ دینی علوم کا فروغ نئی نسل میں ایمان، تقویٰ اور خدمتِ خلق کا جذبہ بیدار کرتا ہے، جو سماجی فلاح و بہبود کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ لیکن افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد دینی تعلیم کو معاشی ترقی کے لیے غیر ضروری سمجھتی ہے اور اسے صرف مذہبی رسومات تک محدود کردیتی ہے۔ اس رجحان کو بدلنے کے لیے ضروری ہے کہ مدارس اور اسلامی اداروں میں ایسے نصاب کو متعارف کرایا جائے جس میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کو بھی شامل کیا جائے۔

آج کے دور میں دنیاوی علوم اور جدید مہارتوں کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔ دنیا میں تیزی سے بدلتی ہوئی ٹیکنالوجی اور اقتصادی نظام کا حصہ بننے کے لیے مسلمانوں کو سائنسی، تکنیکی، اور انتظامی علوم میں مہارت حاصل کرنا ہوگی۔ جدید تعلیم فرد کو نہ صرف اچھی ملازمت کے مواقع فراہم کرتی ہے بلکہ اسے خودکفیل اور خودمختار بننے میں بھی مدد دیتی ہے۔ یہ امر بھی اہم ہے کہ مسلمان نوجوان صرف روایتی شعبوں جیسے ڈاکٹر یا انجینئر بننے تک محدود نہ رہیں، بلکہ جدید دنیا میں ابھرنے والے نئے مواقع جیسے ڈیجیٹل مارکیٹنگ، مصنوعی ذہانت، اور سٹارٹ اپ کلچر میں بھی مہارت حاصل کریں۔ ان شعبوں میں ترقی سے نہ صرف ذاتی معاشی خوشحالی ممکن ہے بلکہ امت کی مجموعی ترقی میں بھی مدد ملے گی۔

دینی اور جدید علوم میں دلچسپی مسلمانوں کو ایک متوازن اور پُرامن زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اس سے نہ صرف وہ دنیاوی ترقی کی دوڑ میں شامل ہوسکتے ہیں بلکہ اپنی روحانی اور اخلاقی اقدار کو بھی محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ جدید تعلیم مسلمانوں کو نئی معیشتوں اور ٹیکنالوجی میں شامل ہونے کا موقع دیتی ہے، جبکہ دینی تعلیم انہیں زندگی کے اخلاقی اصولوں پر قائم رکھتی ہے، مسلمان والدین اور اساتذہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بچوں کو دونوں اقسام کی تعلیم کی اہمیت سمجھائیں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچوں کو صرف دنیاوی کامیابی کی دوڑ میں شامل کرنے کے بجائے انہیں دینی تعلیم کی طرف بھی راغب کریں تاکہ ان کی شخصیت میں توازن پیدا ہو۔ اسی طرح اساتذہ کو بھی دونوں اقسام کی تعلیم کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ والدین اور اساتذہ کی مشترکہ کوششیں نئی نسل کی تعلیم و تربیت میں نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔ اگر والدین بچوں کو دینی تعلیم کی طرف راغب کرتے ہیں تو اساتذہ کو بھی جدید علوم کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہوگا۔ اس کے لیے ورک شاپ، سیمینارز، اور کمیونٹی پروگرامز کا انعقاد کیا جاسکتا ہے جہاں والدین اور اساتذہ ایک پلیٹ فارم پر آکر اپنے تجربات اور خیالات کا تبادلہ کریں۔

اسلامی تاریخ میں علم و دین کا ہمیشہ سے بلند مقام رہا ہے۔ عباسی دور کے ماہرینِ سائنس اور فلسفہ نے دینی اور دنیاوی علوم کو یکجا کیا اور دنیا کو عظیم سائنسی ایجادات اور نظریات سے متعارف کرایا۔ ابنِ سینا، الخوارزمی، اور ابنِ رشد جیسے مسلم علماء نے دینی علم کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی علوم میں بھی کارنامے سرانجام دیے۔ ان شخصیات کی زندگیاں آج کے مسلمانوں کے لیے ایک مثالی نمونہ ہیں۔ آج بھی ہمیں ان علمائے کرام کی مثالوں سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی تاریخ کی روشنی میں مستقبل کی راہیں متعین کرنی ہوں گی۔ علم کے حصول میں نہ صرف خود کو محنتی بنانا ہوگا بلکہ علم کے ساتھ اخلاقی و روحانی پہلوؤں کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا، موجودہ دور میں مسلمانوں کو کئی چیلنجز کا سامنا ہے، جیسے تعلیمی عدم مساوات، معاشی مشکلات، اور سماجی تفریق۔ ان چیلنجز سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی کوششیں کی جائیں۔ دینی اداروں اور جدید تعلیمی اداروں کے درمیان تعلقات کو مستحکم کرنا اور مشترکہ طور پر کام کرنا اس مسئلے کا ایک ممکنہ حل ہے۔ مثال کے طور پر، اگر مدارس اور یونیورسٹیاں مل کر مشترکہ پروجیکٹس پر کام کریں تو اس سے نہ صرف دینی تعلیم میں جدیدیت کا اضافہ ہوگا بلکہ طلبہ کی عملی زندگی میں بھی بہتری آئے گی، آج کے طلبہ کو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ دنیا میں کامیابی کے لیے محنت، علم، اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جدید تعلیم اور دینی تعلیم کا ایک ساتھ ہونا ان کی زندگی میں ایک متوازن نقطہ نظر فراہم کرتا ہے۔

طلبہ کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہر ایک علم کا اپنا مقام ہے اور یہ سب علم ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں کارآمد ثابت ہوسکتا ہے، جدید دور میں ٹیکنالوجی کا استعمال تعلیم کے میدان میں انقلابی تبدیلیاں لے آیا ہے۔ آن لائن کورسز، اور ای-لرننگ پلیٹ فارم نے تعلیم کے حصول کے طریقوں کو تبدیل کردیا ہے۔ مسلمان طلبہ کو اس جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے دینی اور دنیاوی علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ مواقع ان کی معلومات میں اضافہ کرنے اور جدید دنیا کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے دینی اور جدید تعلیم کے درمیان توازن پیدا کرنا آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ دین اور دنیا کے علوم کو ساتھ لے کر چلنے سے نہ صرف انفرادی شخصیت میں نکھار آتا ہے بلکہ یہ اجتماعی ترقی کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ دینی تعلیم ایمان اور اخلاقیات کو مضبوط کرتی ہے، جس سے انسان کو زندگی کے روحانی اور سماجی پہلوؤں میں رہنمائی ملتی ہے۔ دوسری طرف، جدید تعلیم معاشی ترقی، سائنسی مہارتوں اور ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ ہونے کا موقع فراہم کرتی ہے، جو موجودہ دور میں کامیابی کے لیے ناگزیر ہے۔

موجودہ حالات میں مسلمان نوجوانوں کو یہ سمجھنا ہوگا کہ صرف ایک شعبے پر انحصار کرنا کافی نہیں ہے۔ معاشی خوشحالی، سماجی ترقی، اور دنیا میں باعزت مقام حاصل کرنے کے لیے جدید تعلیم میں مہارت ضروری ہے، جبکہ دینی تعلیم انہیں اخلاقی طور پر مضبوط اور متوازن بناتی ہے۔ اسلامی تاریخ میں بھی علم کا یہی امتزاج نظر آتا ہے، جہاں مسلمان علماء نے سائنسی، فلسفیانہ اور دینی علوم میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ مدارس اور جدید تعلیمی اداروں کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنا ہوگا تاکہ طلبہ دونوں علوم میں مہارت حاصل کرسکیں۔ والدین اور اساتذہ پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نئی نسل کی تربیت اس انداز کریں کہ وہ دین سے جڑے رہتے ہوئے جدید دنیا کے چیلنجز کا سامنا کرسکے۔ تعلیمی وظائف، تربیتی پروگرامز، اور مشترکہ تعلیمی کورسز کے ذریعے مسلمانوں کو ہر ممکن سہولت فراہم کی جانی چاہیے تاکہ وہ ترقی کی دوڑ میں پیچھے نہ رہیں۔ مسلمانوں کو اپنی تاریخ اور ثقافت سے جڑتے ہوئے جدید دور کے تقاضوں کو اپنانا ہوگا۔ یہ سفر آسان نہیں، مگر دونوں علوم کے امتزاج سے ممکن ہے۔ اگر ہم نے دینی اور جدید تعلیم کو ساتھ لے کر چلنے کا راستہ اپنایا تو نہ صرف ہماری نئی نسل کامیاب ہوگی بلکہ پورا معاشرہ بھی ترقی کی راہ پر گامزن ہوجائے گا۔ اس توازن سے مسلم نوجوان اپنی دینی شناخت برقرار رکھتے ہوئے جدید دنیا میں باوقار مقام حاصل کرسکتے ہیں۔ علم کی روشنی ہی وہ ذریعہ ہے جو ہمیں ترقی اور کامیابی کے سفر پر لے جاسکتی ہے۔

خدمت خلق کی اہمیت اور شفاخانوں کی ضرورت

مولانا نذیر خان ندوی

اسلام میں تمام مخلوق پر رحم کرنا، غریبوں، بیواؤں کی مدد کرنا، پڑوسیوں کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا، پیاسوں کو پانی پلانا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، راستہ چلنے والوں کو راستہ بتانا، راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا، کمزور کا بوجھ اٹھا دینا، اندھوں، لولوں، اپاہجوں کے لئے انتظام کرنا اور بیماروں کی تیمارداری ومزاج پرسی کرنا، ان سب کا شمار خدمت خلق میں ہوتا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والاتم پر رحم کرے گا۔ خدمت خلق کے اداروں اور شفاخانوں کی اہمیت وضرورت کے بارے میں مولانا علی میاں رقمطراز ہیں کہ خدا کی بندگی کے بعد سب سے بڑا فرض جو خدا کو محبوب ہے وہ ہے انسانوں کی خدمت اور ان کی تکلیف کو دور کرنا، ان کو تسلی دینا، اسپتالوں کا قیام۔ اس خودغرضی کے زمانے میں اور بھی ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر بستی میں مسلمانوں کی طرف سے شفاخانے ہوں۔ مولانا رحمۃ اللہ کی تحریر کو پڑھنے اور اس پر غور وخوض کرنے کے بعد خدمت خلق اور شفاخانوں کی اہمیت وضرورت عیاں ہوجاتی ہے۔

واضح رہے کہ آج عیسائی مشنریوں نے مختلف ملکوں میں اور ہمارے ملک ہندوستان میں بھی ایک طرف تعلیم و تربیت کے نام سے انگلش اسکولس اور کالج کا ایک لمبا جال پھیلا رکھا ہے تو دوسری طرف دواخانے اور اسپتال تعمیر کررہے ہیں جس میں بہت بڑا راز مضمر ہے۔ اور وہ ہے ان کے مذہب کا مشن، ان کے مذہب کی تبلیغ، ان شفاخانوں میں مفت یا انتہائی کم معاوضہ میں علاج کیا جاتا ہے اور دنیا کے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ظاہری بات ہے کہ حاجت مند انسان ہمدردی وخیرخواہی سے بہت جلد متاثر ہوجاتا ہے۔ آج کے دور میں مسلمانوں کو دواخانے اور شفاخانے قائم کرنا، اس لئے بھی ضروری ہے کہ سرکاری وغیرسرکاری اسپتالوں ودواخانوں میں مسلم خواتین کو بے پردگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آج کل زیادہ تر بچوں کی پیدائش دواخانوں ہی میں ہورہی ہے اور بعض اسپتالوں کی نرسنگ ہوم میں خاتون ڈاکٹر نہ ہونے کی وجہ سے مرد ڈاکٹر ہی یہ خدمات انجام دیتے ہیں، جہاں مسلم خواتین کے ساتھ تعصب وتحقیر کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ آج دواخانے وشفاخانے قائم کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے ملک میں جو خاندانی منصوبہ بندی کا منصوبہ بنایا گیا اس سے صرف مسلمان متاثر ہورہے ہیں۔ گذشتہ سالوں میں بھی یہ بات سامنے آئی تھی کہ ہمارے ملک کی ایک ریاست میں مسلم بچوں کی جنسی صلاحیت کو ختم کرنے کے لئے پولیو ڈوز میں ایسی خراب دواؤں کا خاص طور سے استعمال کیا گیا جس سے مسلم بچے ہمیشہ کے لئے ناکارہ ومفلوج ہوجائے۔

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم دشمنان اسلام کی سازشوں اور ان کے ناپاک منصوبوں سے بے خبر۔ سوال یہ ابھرتا ہے کہ کیا ہمارے ملک میں مسلمانوں کے دواخانے وشفاخانے بالکل ہی نہیں ہیں؟ اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے دواخانے وشفاخانے موجود ہیں لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے اور اس لحاظ سے ان کی خدمات کا دائرہ بھی محدود ہے۔ دشمنانِ اسلام کی سازشوں ومنصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے مسلم ماہر ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرکے ملک کے ہر شہر اور ہر قصبہ میں شفاخانے قائم کرنا اور ان میں خاص طور پر Maternity home کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ اس طرح سے خدمت خلق کا کام بھی وسیع پیمانے پر ہوگا اور ہماری آنے والی نسلوں کو مسلمانوں کے حریفوں کی سازشوں اور ان کے ناپاک منصوبوں کا شکار ہونے سے بچایا جاسکے گا۔ حالات ووقت کا تقاضا یہ ہے کہ دواخانے وشفاخانے قائم کرنے کے لئے شہر کے باحوصلہ وباہمت افراد آگے آئیں اور ملت کے دردمند متمول حضرات ان کا مالی تعاون فرمائیں۔

Scanned with CamScanner

کامیابی کے لیے اعتدال وتوازن ضروری

ڈاکٹر ریاض احمد

آج کے مصروف ترین دور میں، یہ خیال کہ ہم ''بہت زیادہ'' کر رہے ہیں، لوگوں کو مغلوب کرسکتا ہے۔ اس نظریے کے مطابق، انسان کو اپنی حد سے آگے بڑھ کر محنت کرنی چاہیے اور بہت جلد نمایاں ترقی حاصل کرنی چاہیے۔ یہ کہاوت عام ہوچکی ہے کہ اگر آپ خود کو تھکا نہیں رہے تو آپ کافی کام نہیں کر رہے۔ تاہم، اگر "بہت زیادہ" کا یہ تصور طویل مدتی کامیابی اور اطمینان کے خلاف کام کر رہا ہو تو کیا ہوگا؟ ''بہت زیادہ'' کا تصور انتہاؤں کی نشاندہی کرتا ہے، جیسے کہ قابلِ فہم حدود سے آگے بڑھنا، فوری نتائج کی توقع کرنا، یا ایک ہی کوشش میں غیر معمولی کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ یہ حکمت عملی ابتدا میں دلکش محسوس ہوسکتی ہے، لیکن یہ غیر حقیقی توقعات، تھکاوٹ اور طویل مدتی ناکامی کو فروغ دیتی ہے۔ ذرا غور کریں، ایک شخص جو ورزش شروع کرنا چاہتا ہے، سوچتا ہے کہ ایک دن میں کئی گھنٹوں کی سخت ورزش اس کے لیے فوری نتائج لائے گی۔ لیکن اگلے دن، وہ اتنا تھک جاتا ہے کہ ہفتوں کے لیے جم جانے سے رہ جاتا ہے۔ یہ ''بہت زیادہ'' کا جال ہے۔ پہلی کوشش چاہے کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو، وہ پائیدار نہیں ہوتی اور بالآخر ناکام ہوجاتی ہے۔

مثال ۱: حد سے زیادہ محنت کرنے والے، سوچیں، ایک طالب علم جو امتحان کی تیاری کے لیے پورا دن بغیر وقفے کے مطالعہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگرچہ یہ عزم کی علامت معلوم ہوتی ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دن کے اختتام تک، طالب علم ذہنی اور جسمانی طور پر تھک چکا ہوتا ہے اور نیند سے محروم ہوتا ہے۔ حد سے زیادہ محنت کے نتیجے میں توجہ میں کمی اور یادداشت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ جب امتحان کا دن آتا ہے، تو طالب علم خراب کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے اور مایوس ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس، اگر طالب علم امتحان سے کئی ہفتے پہلے چند گھنٹے روزانہ مطالعہ کرتا، تو وہ بہتر طریقے سے مواد کو ہضم کر لیتا۔ اس طریقے سے وہ آرام سے، پراعتماد، اور بہتر کارکردگی کے لیے تیار ہوتا۔ مختصر، ناپائیدار کوشش کے مقابلے میں، یہ مستقل، پائیدار کوشش زیادہ کامیاب ثابت ہوتی ہے۔

مثال ۲: وہ ملازم جس نے سب کچھ قربان کردیا، ایک ملازم اپنے باس کو متاثر کرنے کے لیے ہفتے کے آخر میں مسلسل کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ وہ کھانا، نیند اور اپنے دوستوں اور خاندان سے دوری اختیار کر لیتا ہے۔ اگرچہ پروجیکٹ وقت پر مکمل ہوجاتا ہے، لیکن ملازم ذہنی اور جسمانی طور پر تھک چکا ہوتا ہے۔ اگلے چند دنوں میں وہ بیمار ہونے کی وجہ سے اہم ملاقاتوں اور ڈیڈ لائنز سے محروم ہوجاتا ہے۔ تھکن اور پیداواریت میں کمی کے طویل مدتی اثرات عارضی ''کامیابی'' سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ دوسری طرف، ایک ملازم جو روزانہ تھوڑا تھوڑا کام کرتے ہوئے کام اور ذاتی ذمہ داریوں کے درمیان توازن قائم رکھتا، پروجیکٹ کو بہتر معیار کے ساتھ مکمل کرتا اور اپنی صحت کو خطرے میں ڈالے بغیر اپنے کام کو انجام دیتا۔ مستقل، باقاعدہ کام ہمیشہ عارضی، طاقتور جھٹکوں سے بہتر نتائج دیتا ہے، مستقل مزاجی کا اثر، مستقل مزاجی ''بہت زیادہ'' کے نظریے کا اصل علاج ہے۔ کسی بھی کوشش میں کامیابی ایک بار دوڑنے اور چھوڑ دینے سے نہیں آتی؛ بلکہ یہ ثابت قدم رہنے، روزانہ تھوڑا تھوڑا کرنے اور حتیٰ کہ مشکل حالات میں بھی حاضر رہنے سے آتی ہے۔ اس طریقے سے نظم وضبط، لچک اور ایک مضبوط بنیاد بنتی ہے جو چھوٹی ناکامیوں کے باوجود بھی قائم رہتی ہے۔ مستقل مزاجی کا ایک مرکب اثر ہوتا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک بیج کو بو کر روزانہ پانی دینا۔ یہ فوراً بڑھنے نہیں لگے گا، لیکن مستقل توجہ اور دیکھ بھال سے، وہ آخرکار ایک مضبوط، صحت مند درخت بن جائے گا۔ دوڑنے والے کا نقطۂ نظر: ذرا ایک میراتھن دوڑنے والے کی سوچ پر غور کریں۔ وہ دوڑ کی تیاری کے لیے ایک دن میں 42 کلومیٹر نہیں دوڑتا۔ اس کے بجائے، وہ ہفتوں اور مہینوں تک بتدریج دوری اور شدت بڑھاتے ہوئے تربیت کرتا ہے۔ مستقل مزاجی سے ورزش کرنے سے طاقت، برداشت اور ذہنی مضبوطی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب دوڑ کا دن آتا ہے، تو وہ لمبی دوری طے کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے بغیر درمیان میں ہمت ہارے۔ اسی طرح، کسی بھی شعبے میں دیرپا کامیابی روزانہ کی کوششوں سے حاصل ہوتی ہے - دن بہ دن، مشکلات اور ناکامیوں کے باوجود کام کرنے سے۔

مستقل مزاجی سے پیدا ہونے والی توانائی: مستقل اور بار بار کی جانے والی کوششوں کا ناگزیر نتیجہ رفتار ہے۔ جب آپ کسی کام کو بار بار کرتے ہیں، تو وہ عادت بن جاتا ہے، اور عادات آسانی سے رویے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر، روزانہ 500 الفاظ لکھنا پہلے تو زیادہ محسوس نہیں ہوتا۔ لیکن ایک مہینے میں یہ 15,000 الفاظ بن جاتے ہیں — ایک چھوٹی کتاب کا مسودہ یا ایک تحقیقی مقالے کا بڑا حصہ۔ مزید برآں، مستقل مزاجی سے اعتماد بڑھتا ہے۔ جب آپ مسلسل اپنے اہداف کو پورا کرتے ہیں، تو آپ خود کو ثابت کرتے ہیں کہ آپ انہیں برقرار رکھ سکتے ہیں۔ اس اعتماد کے ساتھ، آپ زیادہ مشکل کاموں کو سکون اور ارتکاز کے ساتھ انجام دینے کے قابل ہوجاتے ہیں۔

مناسب نقطۂ نظر: آہستہ آہستہ، جب تک کامیابی حاصل نہ ہو، کامیابی کا راز یہ ہے کہ درست کاموں کو اس وقت تک کرتے رہنا جب تک آپ اپنے مقصد تک نہ پہنچ جائیں، نہ کہ ایک ساتھ ''بہت زیادہ'' کر ڈالنا۔ چھوٹی، بتدریج ترقی کو اپنا لیں، نہ کہ انتہاؤں کی تلاش کریں جو بالآخر تھکن کا باعث بنتی ہیں۔ (۱) چھوٹے قدموں سے شروعات کریں: ابتدا میں چھوٹے، قابل حصول مقاصد طے کریں۔ وزن کم کرنا چاہتے ہیں؟ روزانہ 15 منٹ کی ورزش سے آغاز کریں۔ جب یہ عادت بن جائے، تو دورانیہ اور شدت میں اضافہ کریں۔ (۲) مستقل مزاجی اختیار کریں: چاہے آپ کو تھوڑا سا ہی کرنا پڑے، لیکن روزانہ کچھ کرنے کا عزم کریں۔ پورا باب ایک ساتھ لکھنے کے بجائے، روزانہ ایک پیراگراف لکھنا بہتر ہے۔ (۳) مزاحمت کو فروغ دیں: مستقل مزاجی سے آپ ناکامیوں پر قابو پانے کی صلاحیت پیدا کرتے ہیں۔ ایک دن چھوٹ جائے تو ہار ماننے کے بجائے، اگلے دن سے دوبارہ آغاز کریں۔ (۴) چھوٹی کامیابیوں کا جشن منائیں: چھوٹی کامیابیوں کو تسلیم کریں۔ یہ آپ کی حوصلہ افزائی کو برقرار رکھتا ہے اور اس خیال کو تقویت دیتا ہے کہ مستقل محنت نتائج لاتی ہے۔ (۵) عمل کو نتائج پر ترجیح دیں: مختصر مدت پر توجہ دینے کے بجائے، روزمرہ کے معمولات بنانے پر توجہ مرکوز کریں۔ اس تبدیلی سے کارکردگی بہتر ہوتی ہے اور دباؤ کم ہوتا ہے۔

نتیجہ: ''بہت زیادہ'' کا تصور بنیادی طور پر غلط ہے کیونکہ یہ پائیداری پر انتہاؤں کو ترجیح دیتا ہے۔ کامیابی عارضی توانائی کے جھٹکوں سے نہیں، بلکہ ایک طویل عرصے تک کی جانے والی مستقل کوششوں سے حاصل ہوتی ہے۔ طویل مدتی کامیابی کا اصل راز مستقل مزاجی، لچک اور عزم کو اپنانا ہے کہ چاہے معاملات کتنے ہی سست کیوں نہ لگیں، آپ آگے بڑھتے رہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے، ''ہزار میل کا سفر ایک قدم سے شروع ہوتا ہے۔'' وہ اقدامات مستقل بنیادوں پر کرتے رہیں، اور نتائج آپ کے سامنے ہوں گے۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۸/۱۲۹/۱۴۴۶ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ تعلیم القرآن بھیم پور، مدھوبنی)

طیبہ پروین بنت بھولا نا محمد عثمان، مقام پچھی، ڈاکخانہ مدھے پور، تھانہ مدھے پور، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد نور عالم ولد نامعلوم، پتہ نامعلوم، حال مقام: گلی نمبر ۵/نوئیڈا، دہلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

اس معاملہ میں فریق اول نے آپ کے خلاف تقریباً ۸/سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور جملہ حقوق بشمول نان ونفقہ سے محرومی کی بنا پر دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ تعلیم القرآن بھیم پور، ضلع مدھوبنی میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۶/جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ مطابق ۱۹/نومبر ۲۰۲۴ء روز منگل پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۵۷/۶۶۰/۱۴۴۵ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گورگاواں، گڈا)

اختری خاتون بنت محمد الحق، مقام چینگے، ڈاکخانہ پھچی پور، ضلع گڈا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد امجد حسین ولد محمد ابراہیم، مقام ڈوماچک، ڈاکخانہ سربھنگہ، ضلع گڈا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں کی مسل دارالقضاء گورگاواں سے آئی ہے، فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء گورگاواں میں عدم ادا ءنان ونفقہ اور غائب ولاپتہ ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح کا معاملہ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۸/جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۱/نومبر ۲۰۲۴ء روز جمعرات پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۹/۴۴۵/۱۴۴۶ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ یکہتہ، ضلع مدھوبنی)

ابرن خاتون بنت محمد عینل منصوری، مقام پرساہی، ڈاکخانہ پرساہی، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد وسیم ولد محمد رحیم، مقام وڈاکخانہ للمنیان، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ یکہتہ، ضلع مدھوبنی میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ نیز دیگر حقوق زوجیت سے محرومی کی بناء پر فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۵/جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۸/نومبر ۲۰۲۴ء روز جمعرات پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۴۲/۵۴۴/۲۶۱/۱۴۴۵ھ

نازیہ اشرف بنت محمد اشرف، مقام نزد دریاپور مسجد، ڈاکخانہ بانکی پور، ضلع پٹنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

نیاز احمد ولد محمد سلیم، مقام S5/92B پولیس لائن وارانسی (بنارس) یوپی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۵/جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ مطابق ۲۸/نومبر ۲۰۲۴ء روز جمعرات پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

سوشل میڈیا پر فرضی خبروں کی بے روک ٹوک ترسیل

مظہر حسنین

اگر چہ سوشل میڈیا اب ہمارے معاشرے کا ایک ناگزیر حصہ بن چکا ہے لیکن نہ تو ہم ہمیشہ اس پر اعتبار کر سکتے ہیں اور نہ ہی انحصار۔ ہر روز سوشل میڈیا پر بے شمار ایسے مواد پھیلائے جاتے ہیں، جو ہو سکتا ہے سچ ہوں لیکن اکثر ایسا نہیں ہوتا۔ یہ غلط معلومات، جھوٹی اور فرضی خبروں کو بے روک ٹوک پھیلاتے ہیں۔ یہ من گھڑت کہانیوں پر مشتمل، بغیر کسی قابل تصدیق حقائق، ذرائع یا اقتباسات کے معلومات کو آگے بھیج دیتے ہیں۔ من گھڑت کہانیاں قاری کی اپنی رائے پر اثر انداز ہونے یا انہیں دھوکہ دینے کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ جعلی خبروں کا سوال اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی خبروں کی نوعیت کا اندازہ کیسے لگایا جائے۔ پچھلے کچھ سالوں میں سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جیسے واٹس ایپ، فیس بک، یوٹیوب وغیرہ کے ذریعے جعلی خبروں کی تعداد میں بے انتہا اضافہ ہوا ہے، کیونکہ وہ اس سے زیادہ تیزی سے آن لائن شیئر کی جاتی ہیں جتنا ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ خبروں کی مختلف رپورٹنگ میں فیک نیوز کی اصطلاح کے مختلف استعمال ہوتے رہے ہیں۔

غلط معلومات مختلف شکلوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ جیسے طنز، جھوٹا تعلق حقائق کو غلط پیش کرنا، جعلی مواد، ہیرا پھیری والا مواد، من گھڑت مواد، اور میمز وغیرہ۔ سوشل میڈیا پر جعلی خبریں شیئر کرنے کی بنیادی طور پر دو وجوہات ہیں۔ کچھ لوگ اسے سیاسی، نظریاتی یا کاروباری مفادات کے لیے پھیلاتے ہیں۔ جبکہ کچھ لوگ تفریح کے لیے۔ وہ ایک بار اس کو آگے بڑھاتے ہیں۔ لیکن آگے وہ مختلف ذرائع سے شیئر کئے جاتے رہتے ہیں اور جس کے منفی اثرات سماج پر پڑتے ہیں، گر چہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہوں، کیا ہم معلومات شیئر کرنے سے پہلے غور و فکر کرتے ہیں؟ یہ جعلی ہے یا اصلی؟ کیا ہم مواد کے اصل حصے کو دیکھ رہے ہیں؟ یہ مواد کب اور کس نے بنایا؟ مواد کیوں شیئر کیا جا رہا ہے؟ ہم اسے کیوں پھیلائیں وغیرہ۔ نہیں ایسا ہر گز نہیں کیا جاتا۔ عام طور پر لوگ سوشل میڈیا پر مواد کا اشتراک کرنے سے پہلے بھی ان باتوں کا خیال نہیں کرتے۔ پر تشدد ویڈیو کلپس، تصاویر، میمز وغیرہ جیسے مواد موصول ہونے کے بعد فوراً آگے بڑھا دیتے ہیں اور جعلی یا اصلی کے بارے میں تصدیق کرنا بھول جاتے ہیں۔ بہت کم، نہ کے برابر افراد ہی پوچھتے ہیں ''کیا مواد فرضی ہے؟''

سوشل میڈیا کا ایک سب سے خطرناک پہلو منصوبہ بند طریقے سے فرضی خبریں پھیلایا جانا ہے۔ کہاوت مشہور ہے کہ ''جنگ میں سب سے پہلے قربان سچائی ہوتی ہے''۔ اسرائیل غزہ جنگ کے تعلق سے ہندوستانی میڈیا میں اسرائیل کو دوست اور فلسطین، حماس، حزب اللہ، حوثیوں اور ایران کو دشمن کے طور پر ہی پیش کیا جا رہا ہے۔ اسرائیل غزہ جنگ کے درمیان ہندوستانی اکاؤنٹس نمایاں طور پر شامل ہیں جو فلسطین مخالف جعلی خبروں کو فروغ دیتے ہیں۔

فلسطین پر اسرائیلی قبضے کے ساتھ غلط معلومات اکثر فلسطین مخالف اور اسلاموفوبیا کے ساتھ آتی ہیں۔ اسرائیل پر حماس کے حملوں کے بعد ایکس پر غلط معلومات کے سیلاب کے بعد یورپی یونین نے بھی ایلن مسک کو فرضی خبریں پھیلانے کے لئے خبردار کیا تھا۔ اس تناظر میں یہ بات بھی کافی اہم ہے کہ ایک منظم فکر ان سوشل میڈیا پلیٹ فارموں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہی ہے۔ فلسطین حامی اکاؤنٹس کو فیس بک اور ٹوئٹر پر بلاک کیا جانا بھی اس فکر کا نتیجہ ہے۔

ان میں سے کچھ جعلی کہانیوں میں حماس کے ہاتھوں ایک یہودی بچے کا اغوا اور ٹرک کے پیچھے ایک چھوٹے بچے کا سر قلم کرنا شامل ہے۔ بوم ہندوستان کا سب سے مشہور حقائق (فیکٹ چیک) کی جانچ کرنے والا ادارہ ہے۔ اس نے اپنی تحقیق میں پایا کہ بہت سے تصدیق شدہ ہندوستانی صارفین غلط معلومات کی مہموں کی زد میں ہیں۔ بوم کے مطابق، یہ ''گمراہ و منحرف کرنے والے باقاعدگی سے غلط معلومات شیئر کرتے ہیں۔'' جو فلسطین مخالف اور اسرائیل حامی ہیں۔

مثال کے طور پر، ایک اکاؤنٹ سے ایک ویڈیو شیئر کیا گیا جس میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ درجنوں نوجوان لڑکیوں کو ایک فلسطینی جنگجو نے جنسی غلام بنا لیا ہے۔ تاہم ویڈیو ممکنہ طور پر یروشلم کے اسکول کا تھا۔ نسبتاً کم معیار کے باوجود، اگر آپ غور سے دیکھیں تو آپ لڑکیوں کو خوشی سے چیٹنگ کرتے اور اپنے فون استعمال کرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے باوجود اس ویڈیو کو ہزاروں ٹوئیٹس اور کم از کم 6 ملین تاثرات ملے۔ ویڈیو شیئر کرنے والے اکاؤنٹس کے تجزیے سے معلوم ہوا کہ ان میں سے زیادہ تر ہندوستان میں مقیم تھے۔

ان جھوٹے ویڈیوز کو شیئر کرنے والے بہت سے اکاؤنٹس ایکس پر مسلم مخالف تبصرے پوسٹ کرنے میں اپنا زیادہ وقت صرف کرتے ہیں۔ مسٹر سنہا نام کا ایک اکاؤنٹ جس نے حماس کی طرف سے ایک لڑکے کا سر قلم کیے جانے کا جھوٹا ویڈیو شیئر کیا، اسی پوسٹ میں IslamIs The Problem# ہیش ٹیگ بھی شامل تھا۔ ایک اور اکاؤنٹ جس نے فلسطینیوں کی جنسی غلاموں کو اغوا کرنے کا گمراہ کن ویڈیو شیئر کیا تھا اس سے پہلے لکھا تھا: ''فرق صرف اتنا ہے کہ جب مسلمان لڑکیاں ہندو مذہب اختیار کرتی ہیں تو وہ خوشی سے زندگی گزارتی ہیں۔ لیکن جب ہندو لڑکیاں اسلام قبول کرتی ہیں تو وہ سوٹ کیسوں یا فریج میں بند ہو جاتی ہیں۔''

دوسرے لوگ فلسطین سے اپنی نفرت کا اظہار اور بھی واضح طور پر کرتے ہیں۔ ایک ہندوستانی اکاؤنٹ جس نے دعوی کیا کہ وہ ایک ریٹائرڈ ہندوستانی فوجی کا ہے ''اسرائیل فلسطین کو کرۂ ارض سے ختم کر دینا چاہیے۔'' یہ کوئی راز نہیں ہے کہ ہندوستان میں اسلاموفوبیا کا مسئلہ ہے۔ جس میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آسٹریلیا میں قائم اسلامک کونسل آئی وکٹوریہ کی ایک رپورٹ سے پتا چلا ہے کہ تمام اسلاموفوبک ٹوئٹس کی اکثریت ہندوستان سے تھی۔

آلٹ نیوز کے شریک بانی اور ایڈیٹر پرتیک سنہا نے اپنے ایک ٹویٹ میں لکھا کہ: ''ہندوستان اب اسرائیل کی حمایت میں غلط معلومات پھیلانے والوں کو ہندوستانی مین اسٹریم میڈیا اور سوشل میڈیا پر ایکسپورٹ کر رہا ہے۔ میڈیا اور یوٹیوب جیسی کمپنیاں اپنے پلیٹ فارمز پر نفرت انگیز تقریر، غلط معلومات اور دیگر نقصان دہ مواد کو کم کرنے کے لیے اپنے موجود ضابطوں کا دوبارہ جائزہ لے رہی ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ سوشل میڈیا پر جھوٹی خبروں، افواہوں اور نفرت آمیز مواد کو بے روک ٹوک شیئر کیا جا رہا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کسی بھی سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر اعتماد بالکل نہ کریں، بلکہ تحقیق اور تصدیق کے بعد ہی کسی مواد کو آگے کسی دوسرے افراد یا گروپ میں بھیجیں۔

جعلی خبروں کی آن لائن تصدیق کے طریقوں کے لیے کچھ ٹولز اور تکنیک دستیاب ہیں۔ کسی تصویر کی تصدیق کے لیے کہ یہ جعلی ہے یا اصلی ہم کو گوگل یا کسی بھی سرچ انجن میں ریورس امیج سرچ کر سکتے ہیں۔ تصویر کا استعمال کرتے ہوئے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آیا تصویر پہلے استعمال کی گئی ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تصویر کتنی پرانی ہے اور اگر اسے پہلے دوسرے سیاق و سباق کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ نیز اگر کسی فیکٹ چیک کرنے والے نے اس بارے میں پہلے ہی اطلاع دی ہے تو وہ کہانی بھی ظاہر ہوگی۔ اگر چہ سوشل میڈیا میں جعلی خبروں کو روکنے کے مختلف طریقے ہیں لیکن بعض اوقات وہ کافی نہیں ہوتے ہیں۔ سوشل میڈیا کمپنیوں سے ضروری اقدامات کا مطالبہ کرنے کی بجائے ہم خود جعلی مواد کا پتہ لگانے کا فن سیکھ سکتے ہیں۔ سماج کو جعلی مواد کی بیماری سے بچانے کے لیے ذاتی ذمہ داری پہلا اور بنیادی قدم ہے۔

ہفتہ رفتہ

محمد اسعداللہ قاسمی

''خانوادۂ ہدی کے لعل و گہر'' کی رسم اجراء

30 / اکتوبر 2024 بروز چہارشنبہ بوقت ساڑھے تین بجے جامعہ اسلامیہ شانتاپورم کیرلا کے ابن خلدون ہال میں مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی اور ان کے خانوادہ کے تذکرہ پر مشتمل کتاب "خانوادۂ ہدیٰ کے لعل و گہر" کی رسم اجراء عمل میں آئی، جناب مولانا ڈاکٹر عبدالسلام احمد صاحب، ریکٹر جامعہ اسلامیہ شانتاپرم کیرلا، جناب مولانا ڈاکٹر نحاس مالا صاحب، اسسٹنٹ ریکٹر جامعہ اسلامیہ شانتاپرم کیرلا، جناب مولانا ڈاکٹر عبدالنصیر ازہری صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ شانتاپرم کیرلا، جناب مولانا شافی عمری صاحب ڈائریکٹر اکیڈمک آف افیئرس جامعہ اسلامیہ شانتاپرم کیرلا، جناب مولانا ڈاکٹر تنویر صاحب اسسٹنٹ پرنسپل اصول الدین کالج جامعہ اسلامیہ شانتاپرم کیرلا اور مؤلف کتاب جناب مولانا مظاہر حسین عماد عاقب قاسمی صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ شانتاپرم کیرلا نے مشترکہ طور پر "خانوادۂ ہدی کے لعل و گہر" کی رسم اجراء کا فریضہ انجام دیا، اس موقع پر جناب مولانا ڈاکٹر عبدالسلام احمد صاحب، ریکٹر جامعہ اسلامیہ شانتاپرم کیرلا نے مؤلف کی خدمات کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ عماد صاحب اب صرف کیرل تک محدود نہیں ہیں ان کی شہرت کیرل کی سرحدوں سے آگے بہت دور تک پہونچ گئی ہے، ہم ان کو اس کتاب کی تالیف پر مبارکباد پیش کرتے ہیں، اور ان کا اکرام کرتے ہیں، ڈاکٹر نحاس مالا صاحب اور ڈاکٹر عبدالنصیر ازہری صاحب اور دیگر تمام حضرات نے مبارکباد دی اور نیک تمناؤں کا اظہار کیا، اس موقع پر مؤلف نے کتاب کا ماحصل حاضرین کے گوش گذار کیا اور اس کے کچھ عنوانات پڑھ کر سنائے اور دکھائے،

دہلی: دیوالی، فضائی آلودگی ڈبلیو ایچ او کی محفوظ حد سے تقریباً ۱۴ گنا زیادہ

دہلی میں دیوالی کے درمیان فضائی آلودگی کی سطح ڈبلیو ایچ او کے ذریعے طے کی گئی ''محفوظ حد'' سے 14 گنا زیادہ رہی، خیال رہے کہ حکومت نے دیوالی کے موقع پر دہلی کی آلودگی کو مدنظر رکھتے ہوئے پٹاخوں کے استعمال پر پابندی عائد کی تھی اس کے باوجود شہریوں نے پٹاخوں کا استعمال کیا، دی ہندو نے رپورٹ کیا ہے کہ دیوالی کے دن دہلی میں فضائی آلودگی کی سطح عالمی ادارہ صحت ''ڈبلیو ایچ او'' کے ذریعے طے کی گئی ''محفوظ حد'' سے 14 گنا زیادہ بڑھ گئی تھی، اطلاع کے مطابق قومی راجدھانی میں تین سال میں اس دیوالی میں سب سے زیادہ آلودگی ریکارڈ کی گئی ہے۔

بی جے پی اور سماجوادی کیلئے یوپی کا ضمنی الیکشن وقار کا مسئلہ

مہاراشٹر اور جھارکھنڈ میں اسمبلی انتخابات کے ساتھ ہی 13 ریاستوں میں 47 اسمبلی سیٹوں کیلئے ضمنی انتخابات بھی ہو رہے ہیں، ان میں سب کی توجہ اتر پردیش کی جانب مرکوز ہے جہاں سب سے زیادہ 9 سیٹوں پر ضمنی الیکشن ہو رہے ہیں؛ حالانکہ ان سیٹوں کے نتائج سے حکومت کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، اس کے باوجود اس کی اہمیت مہاراشٹر اور جھارکھنڈ کے اسمبلی انتخابات ہی کی طرح ہے، ماہرین کے مطابق اتر پردیش کی 9 سیٹوں کے نتائج ثابت کریں گے کہ بی جے پی میں یوگی کا قد بڑھے گا یا کم ہوگا، اگر یہ نتیجے بی جے پی کیلئے خراب ہوئے تو یہ وزیر اعلیٰ یوگی کے زوال کا نقطۂ آغاز بھی ثابت ہو سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام 9 سیٹوں پر کامیابی کیلئے بی جے پی پورا زور لگا رہی ہے، اس کیلئے اس نے ریاست کے تمام وزیروں اور پارٹی عہدیداروں کو ذمہ داریاں سونپ دی ہیں؛ لیکن سماجوادی پارٹی بھی پیچھے نہیں ہے، لوک سبھا الیکشن میں ملنے والی کامیابی سے اس کے حوصلے کافی بلند ہیں، ایک دن قبل سماجوادی پارٹی کے سربراہ نے بی جے پی پر الزام عائد کیا تھا کہ وہ الیکشن جیتنے کیلئے سرکاری افسران کا استعمال کر رہی ہے۔

جے این یو میں سیمینار کی منسوخی کے بعد کوآرڈینیٹر کو عہدے سے ہٹا دیا گیا

گزشتہ دنوں جواہر لعل نہرو یونیورسٹی (جے این یو)، نئی دہلی کے انتظامیہ نے مغربی ایشیائی امور پر ایک سیمینار کو "ناگزیر وجوہات" کی بنا پر منسوخ کر دیا تھا جس میں ہندوستان میں تعینات ایرانی سفیر ڈاکٹر ایراج الٰہی مقرر کی حیثیت سے مدعو تھے، سیمینار کی منسوخی کے چند دنوں بعد اس تقریب کی کوآرڈینیٹر ڈاکٹر سیما بیدیا کو ان کے عہدے سے ہٹا دیا گیا ہے، یونیورسٹی کے سینٹر فار ویسٹ ایشین اسٹڈیز (سی ڈبلیو اے ایس) نے داخلی مواصلات کے ذریعے یہ اطلاع دی اور ڈاکٹر بیدیا کی عہدے پر جونیئر فیکلٹی ممبر ڈاکٹر ورشال ٹی گھوبلے کی نامزدگی کا اعلان کیا۔

Volume:64/74,Issue:42 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Rizwan Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi, Regd No-BIHURD/4136/1961

کسے خبر تھی ہمیں راہ بر ہی لوٹیں گے
بڑے خلوص سے ہم کارواں کے ساتھ رہے
(حبیب جالب)

اسرائیل گِھر چکا ھے

قطب اللہ

جولوگ یہ سمجھتے ہیں کہ فلسطین جنگ اب لبنان میں منتقل ہوچکی ہے یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ یہ پروپگنڈہ اسرائیل نواز طاقتیں کررہی ہیں۔ان کا خیال ہے کہ اس طرح کی تشہیر دنیا کے سامنے اسرائیل کو نہ صرف اہم ثابت کرے گی بلکہ فسطائی طاقتوں اوراس کے حامیوں کو بڑا سکون پہنچے گا۔اس کی قلعی اس وقت کھل جاتی ہے جب ذرائع ابلاغ پرایسی خبریں آنے لگیں کہ بحیرۂ احمر میں حوثی انصاراللہ نے دواسرائیلی بحری جہازوں کوتباہ کردیا ہے جواس کے لئے اشیائے ضروری لے کرجارہے تھے۔حماس کے مجاہدین نے خان یونس میں صیہونی فوجی دستوں پر حملے کے ساتھ فوجیوں کوموت کے گھاٹ اتاردیا۔
خبریں تو یہ بھی ہیں کہ گزشتہ ہفتہ شام میں ہزاروں کی تعداد میں سابق افغان طالبان جن کا تعلق فاطمیون بریگیڈ سے ہے وہ شام میں پہنچ چکے ہیں۔وہاں انہوں نے بیان دیا کہ اگر حزب اللہ چاہے تو ہماری مدد لے سکتا ہے۔ہم اس کے کمانڈروں کے ہدایات کے منتظر ہیں۔فلسطین جنگ اب مزید سنگین دور میں داخل ہوچکی ہے۔ جہاں اب باری صیہونی افواج کے خسارے کی ہے۔اس سے انکار نہیں کہ اسرائیلی جنگی طیاروں کی اندھا دھند لبنان میں بمباری جاری ہےاور یہاں بھی اس نے ہٹلر کی پالیسی تیار کرتے ہوئے عام شہریوں کونشانہ بنانا شروع کردیا ہے۔جہاں اب تک دوہزار سے لے کر ڈھائی ہزار تک افراد جامِ شہادت نوش کرچکے ہیں،ان میں معصوم اور بے گناہ شہریوں کی اکثریت ہے۔
اس قسم کے حملے کرنے کے بعد اسرائیل جھوٹا پروپگنڈہ کرتا ہے کہ ہم نے اس جگہ بمباری کی ہے جہاں حزب اللہ کے بڑے بڑے کمانڈر چھپے بیٹھے تھے،عالمی ذرائع ابلاغ جب ان کے نام پوچھتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ سب زندہ ہیں،اسی طرح اس نے غزہ میں کارپٹ بمباری کرکے عام شہریوں کوشہید کیا تھا اور جن حماس کے لیڈروں کو مارنے کا دعویٰ کیا تھا وہ سب اس دعویٰ کے بعد تک زندہ رہے۔
صیہونیوں نے اگرچہ لبنان پر بمباری کرکے اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش ضرور کی ہے،کیونکہ مجاہدین کے پاس ایئر فورس نہیں ہے،البتہ زمینی سطح پراس کی ناک میں حزب اللہ نے دم کررکھا ہے اوراُس کی پیدل فوج کی صف کے صف کو کاٹ کررکھ دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ صیہونی افواج میں بدامنی بری طرح پھیل چکی ہےاور وہ پوری طرح شکست خوردہ ہوکر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہیں 10 / اکتوبر 2024 کے اس واقعے کے بعد سے اسرائیلی فوجی بری طرح اخلاقی واعصابی شکست کے احساس سے نیم مردنی حالات سے گزررہے ہیں،جب جنوبی لبنان کی سرحد پراپنے پچاس فوجیوں کی لاشوں کوحزب اللہ نے اٹھانے نہیں دیا؛ بلکہ اس کام پر معمور صیہونی ہیلی کاپٹروں پر بھی راکٹوں سے حملہ کرکے انہیں بھاگنے پر مجبور کردیا۔اس تصادم میں اسرائیل کے دوہیلی کاپٹر بھی زمین پر مرے ہوئے پرندے کی طرح آگرے،جس کا اعتراف خود اسرائیلی میڈیا نے باضابطہ طور پر کیا ہے۔
امریکہ نے ایک بار پھر اسرائیل کوانتباہ دیا ہے کہ وہ اپنے توسیع پسندانہ ارادے کوترک کردے نیز ایران کے ایٹمی وقدرتی گیس اور تیل تنصیبات پرانتقامی حملے کوبھول جائے،ورنہ پھر ہمیں اپنے ساتھ نہیں پائے گا،پھر ہم نیتن یاہو کی کوئی مدد نہیں کرسکیں گے،امریکہ بھی ایران کی اس خطرناک دھمکی سے کانپ اٹھا ہے کہ ایران نے اپنے روحانی پیشوا آیت اللہ خامنہ ای کے اس اعلانیہ پرعمل کرتے ہوئے کہا کہ اگر اسرائیل نے مغرب میں واقع ہمارے تیل اور گیس کے میدانوں میں آگ لگادی تو اس سے نہ صرف اسرائیل کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا؛ بلکہ بہت سارے ہمارے عرب دوست بھی خمیوں میں آجائیں گےاور سردیوں کی آمد آمد ہےاور پھراس حملے کے بعد پورا یوروپ ٹھٹھرتا نظر آئے گا،ہماری سڑکوں پر پھر موٹرگاڑیوں کی بجائے پہلے کی طرح بگھیاں اور گدھا گاڑیاں چلنے لگیں گی۔
اس حملے کی سنگینی سے متعلق ایرانی صدر خود اوران کی کابینہ کے کئی ممبران نے نہ صرف عرب ممالک اور کئی ملکوں کے خصوصی دورے کرچکے ہیں اور وہاں کے سربراہوں کو یہ سمجھا دیا ہے کہ اس کے بعد ہم امریکہ کے تین بڑے حاشیہ بردار متحدہ عرب امارات،.بحرین اور اردن کا کوئی لحاظ نہیں کریں گے،اس کا اثر یہ ہوا کہ مذکورہ تینوں ممالک نے فوری طور پرخاموشی توڑتے ہوئے اسرائیل کو باور کرایا ہے کہ ایران پر کسی بھی قسم کے حملے میں ہم اپنے فضائی حدود کو ہرگز استعمال نہیں کرنے دیں گے اسی قسم کے موقف کا اظہار سعودی عرب نے بھی کیا ہے، ایرانی صدر ڈاکٹر مسعود کے ریاض دورے کے موقع پر وہاں کے وزیرخارجہ شہزادہ فرحان نے کہا کہ اگر ایسی صورت حال پیش آئی تو ہم اسرائیل کو اپنے فضائی حدود کی خلاف ورزی کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے،اگر کسی قسم کی کوشش کرنے کی جرأت کی گئی تو ہم اس کا سخت جواب دیں گے، واضح ہو کہ مغربی ایشیا میں امریکا اور دوسری طاقتوں کی اسلحہ ساز کمپنیوں نے اپنے جدید ترین اور خطرناک قسم کے مہلک ہتھیار اسرائیل سے بڑھ کر سعودی عرب کو دئے ہیں،سعودی عرب کی فوجی طاقت اسرائیل سے کہیں زیادہ ہے تو ایک اور بڑے مسلم ملک ترکی کے بھی تیور الگ نظر آئے،صدر رجب طیب اردگان یوں تو شروع سے ہی غزہ جنگ میں حماس کی کھل کر حمایت کررہے ہیں؛ لیکن اس بار تو اسرائیل سے اپنے سارے کاروباری رشتہ توڑ کر حماس کی ہرطرح کی مدد کرتے نظر آرہے ہیں، انہوں نے بھی کہا کہ اگر ایران پر حملہ کرنے کی جرأت اسرائیل نے کی تو ہم کھل کر ایران کا ساتھ دیں گے،ظاہر سی بات ہے کہ ایسے میں اگر اسرائیل ترکی کو بھی نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا تو نیتن یاہو کوسو بار سوچنا ہوگا؛ کیونکہ ترکی ناٹو کا ممبر ہےاور ناٹو کے اصول اور ضوابط کی رو سے کسی ناٹو ممبر کے خلاف حملہ ہوتا ہے تو یہ سارے ممبر ممالک پر حملہ سمجھا جائے گا۔
اسی اثنا غزہ کے خان یونس، بیت لائحہ اور رفح شہر میں حماس کے جوانوں نے کئی اسرائیلی بستیوں پر حملے کرکے تیس صیہونی فوجیوں کوموت کے گھاٹ اتاردیا ہے تو اسرائیل نے ایک بار پھر فلسطینیوں پر دانا پانی بند کرنے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے وہاں زندگی مزید سنگین ہوگئی ہے۔اسرائیل نے تو اب لبنان میں اقوام متحدہ کی امن فوج پر بھی حملے شروع کردئے ہیں۔1978ء سے لبنان اسرائیل سرحد پر تعینات عالمی امن فوج اپنی ڈیوٹی دیتی آرہی ہے،گزشتہ 10 اکتوبر کو حملہ کرکے صیہونیوں نے چار امن فوجیوں کو مارڈالا،ان میں سے دو کا تعلق سری لنکا سے اور دو کا انڈونیشیا سے ہے،اس پر متحدہ اقوام سمیت امریکہ نے بھی سخت احتجاج کیا ہے،اس کے بعد نیتن یاہو پر یہ اثر پڑا کہ رسمی طور پر یہ بیان دیا کہ ٹھیک ہے ہم اس کی جانچ کرائیں گے،واضح ہو کہ نیتن یاہو غزہ میں متحدہ اقوام کے امدادی کیمپوں پر نہ صرف بمباری کرچکا ہے؛ بلکہ اس کی امدادی گاڑیوں کو راکٹ سے اڑاکر طبی عملے کوموت کے گھاٹ اتارچکا ہے،اب اس کی پوزیشن ان بھیڑیوں کی طرح ہوگئی ہے جن کے دانت نے انسانی خون کا مزا چکھ لیا ہے۔

> **اس قسم کے حملے کرنے کے بعد اسرائیل جھوٹا پروپگنڈہ کرتاھے کہ ھم نے اس جگہ بمباری کی ھے جھاں حزب اللہ کے بڑے بڑے کمانڈر چھپے بیٹھے تھے، عالمی ذرائع ابلاغ جب ان کے نام پوچھتاھے تو پتہ چلتاھے کہ وہ سب زندہ ھیں. اسی طرح اس نے غزہ میں کارپٹ بمباری کرکے عام شہریوں کو شھید کیاتھا اور جن حماس کے لیڈروں کو مارنے کا دعویٰ کیاتھا وہ سب اس دعویٰ کے بعد تک زندہ رھے۔**

THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے،فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں،مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیوآر کوڈ اسکین کرکے آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں،رقم بھیج کردیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کردیں،رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔
WEEK ENDING-04/11/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com

نقیب | قیمت فی شمارہ-/8 روپے | ششماہی-/250روپے | سالانہ -/400روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421,9304022690
KMCY
Scanned with CamScanner